

ISSN 2456-8384

اگست ۲۰۱۷ء

ماہنامہ

شعاع عمل لکھنؤ



نور ہدایت فاؤنڈیشن، حسینہ غفران مااب، چوک، لکھنؤ-۳

ISSN 2456-8384

R.N.I NO. UPBIL/2004/13526

Postal Regd. No. SSP/LW/NP-75/2017-19 Dispatch Date: 2 & 6 of Every Month

Annual Rs. 200/-

August 2017

Per Copy- Rs.25/-

شुआ-ع-امال

हिन्दी, उर्दू मासिक पत्रिका लखनऊ



عماد العلماء فقیہ اہلبیت آیتہ اللہ العظمی سید مصطفیٰ ”میر آغا“ صاحب علیین مآب
ولادت ربیع الاول ۱۲۵۲ھ مطابق ۱۸۳۷ء وفات پنجشنبہ ۱۱/رمضان ۱۳۲۳ھ

SHUA-E-AMAL

Lucknow



NOOR-E-HIDAYAT FOUNDATION

Imambara Ghufraan Maab, Chowk, Lucknow-3 (U.P.) INDIA, Ph.:0522-2252230

Per Copy 25/-
Annual 200/-

نور ہدایت فاؤنڈیشن کا اسلامی، علمی اور تحقیقی

شعاع عمل

ماہنامہ

اگست ۲۰۱۶ء

زیر سرپرستی

قائد ملت حجة الاسلام والمسلمین

پروفیسر مولانا سید کلب جواد نقوی صاحب قبلہ (امام جمعہ لکھنؤ)

عزت آف نواب رضا صاحب، بھوپال ✽ عزت آف سید احمد عباس نقوی صاحب، ممبئی

سید مصطفیٰ حسین نقوی 'اسیف جاسی'

قائم مہدی نقوی تہذیب نگردی

آصف عباس نوگانونی

ترسیل زر کا پتہ

نور ہدایت فاؤنڈیشن، امام باڑہ غفران آباد، مولانا کلب حسین روڈ، چوک، لکھنؤ-۳

Phone No: 0522-2252230

Mobaile No: 08736009814 -09335996808

پبلشر- پرنٹر، سید مصطفیٰ حسین نقوی نے مالک ایس۔ کلب جواد نقوی کے لئے نظامی پریس و کٹوریہ اسٹریٹ، پوزٹ حسین مارکیٹ چوک، لکھنؤ (یو۔ پی)
سے چھوڑا کر نور ہدایت فاؤنڈیشن، امام باڑہ غفران آباد، مولانا کلب حسین روڈ، چوک، لکھنؤ (یو۔ پی) سے شائع کیا۔ ایڈیٹر: سید مصطفیٰ حسین نقوی



شمارہ ۲ جلد ۱۲

قیام مؤسسہ

۱۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ / ۱۶ جولائی ۲۰۱۳ء

اجراء جدیدہ

۱۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ / جولائی ۲۰۱۴ء

نگراں: م۔ ر۔ عابد گولہ گنج، لکھنؤ

مجلس مشاورت

- ✽ پروفیسر علامہ علی محمد نقوی، علی گڑھ
- ✽ دکتہ مہدی خواجہ چیری، ایران
- ✽ مولانا حسن ظفر نقوی، کراچی
- ✽ کیپٹن سکندر رضوی، لکھنؤ
- ✽ پروفیسر سید حسین مال الدین اکبر، الہ آباد
- ✽ ڈاکٹر ارشد علی جعفری، لکھنؤ
- ✽ شاعر اہل بیت رضا سرسوی
- ✽ سید سیف تقی نقوی، دہلی
- ✽ محمد عالم صاحب، حسین آباد، لکھنؤ

فہرست مضامین

(اگست ۲۰۱۷ء / ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ)

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	(اداریہ)	م۔ر۔عابد	۵
۲	شہدائے کربلا (قسط۔۲)	آیت اللہ العظمیٰ سید العلماء مولانا سید علی تقی نقوی	۶
۳	عورت اسلام کی روشنی میں (قسط۔۳)	اسد العلماء مولانا سید اسد علی صاحب الہ آبادی	۲۲
۴	خطبہ زمینب	علامہ نجم آفندی مرحوم	۲۸
۵	مرثیہ: درحال حضرت امام حسینؑ (بند ۲۲۵)	دعبل ہند مولانا فرزند حسین ذاکر اجتہادی	۲۹
۶	خبرنامہ	(ادارہ)	۵۷

مجلس ادارت

ڈاکٹر امانت حسین نقوی

حیدر عباس نقوی، الہ آباد

عمیل شمس، لکھنؤ

واصف احمد نقوی، سمیر

مہدی رضا

شاہد علی اعظمی

ذوالفقار حیدر اعظمی

الحاج مرزا ہمایوں قدر

ڈاکٹر عارف عباس

ریحان عالم، لکھنؤ

سلمان حسین، لکھنؤ

ہنت زہراء ندی الہندی

الحاج فرید مہدی رضوی

ظفر حسین رضوی بیورو چیف ممبئی

عرفان حیدر، بیورو چیف مدھیہ پردیش

کیف تقی نقوی، بیورو چیف دہلی

R.N.I. NO.

UPBIL/2004/13526

Postel Regd. NO.

SSP/LW/NP-75/2017-2019

WEBSITE:

www.noorehidayatfoundation.org

www.naqeeblucknow.com

E_mail:

noorehidayat@yahoo.com

noorehidayat@gmail.com

زرسالانہ

ایک سال کے لئے: -/200

پانچ سال کے لئے: -/800

لائف ممبر شپ: -/5000

ماہنامہ

‘شعاع عمل‘

(ہندی وارو)

‘خاندان اجتہاد نمبر‘، روزنامہ نقیب لکھنؤ

اور نور ہدایت فاؤنڈیشن کے تمام مطبوعات ڈاؤن لوڈ کرنے کے لئے

لاگ آن کریں ہماری ویب سائٹ

www.noorehidayatfoundation.org

www.naqeeblucknow.com

ماہنامہ ‘شعاع عمل‘، لکھنؤ

اگست ۲۰۱۷ء

ملی اتحاد و یکجہتی کی عید

اس عید کے بعد ہی دو اچھی خبریں ملی ہیں۔ ایک عراق سے داعش کا صفایا اور اس کی خود ساختہ خلافت کا خاتمہ۔ دوسری پارہ چنار، پاکستان کے سانحہ پر احتجاج کی نمایاں کامیابی اور سارے مطالبات کا مان لیا جانا۔ جس انداز میں دونوں کامیابیاں حاصل ہوئیں وہ قومی و ملی اتحاد کے سبب کے سوا کچھ نہیں۔ یہ دونوں کامیابیاں خصوصاً اس وقت عید سے کم نہیں جب ہماری قوم و ملت تہہ در تہہ انتشار پسندی کے جال میں پھنستی جا رہی۔ زمینی اور سوشل میڈیا کی سطح پر آج جو کچھ ہو رہا ہے وہ سراسر اتحاد پسندی اور سماجی یک جہتی کے خلاف ہی جا رہا ہے۔ پھر مزہ یہ کہ یہ سب بنام حق پھیلا یا جا رہا ہے۔ ہم تو اتحاد بین المسلمین بلکہ انسانی اتحاد کے سب سے بڑے پاسدار اور علمبردار رہے ہیں، آج خود اپنی قوم و ملت انتشار و تفرقہ کی ہی بات کرتی ہے، وہ چاہے براہ راست ہو یا بالواسطہ طور سے ہم شاید یہ بات بھولے جا رہے ہیں۔ (بھلاوے میں ڈالے جا رہے ہیں) کہ ہم حسینی میں، ہماری وابستگی کربلا سے ہے، کربلا میں بے نظیر اتحاد و یک جہتی کی مثال قائم کی گئی جو اتحاد و یکجہتی سے کہیں آگے یک جان اور بہتر قالب کی منزل میں تھی۔

یہ فکری و قومی و فعلی، ظاہری و باطنی و روحانی ہر سطح پر اتحاد رہا جس نے اتنے بڑے لشکر کو جنگی طور سے بھی شکست سے دو چار کیا۔ مختصر سی سپاہ حسینی کی شہادت نہ صرف سارے اصول جنگی کے توڑنے بلکہ عرب کی حمیت اور انسانیت کے قتل کے بعد ہی ممکن ہو سکی۔ یہ شہدائے کربلا کی بے مثل شجاعت کا اعجاز نما کارنامہ ہی تھا جس کو ہمارا اربوں سلام۔ یہ بات ہاشمی اعزہ یا جناب حبیب، مسلم بن عوسجہ جیسے چیدہ اصحاب حسینی تک رہتی تو تعجب کی بات نہیں تھی لیکن چند دن کے نو مسلم نئے بیاہے جناب وہب کلبی، ان کی نئی نویلی لہن اور ماں یا پھر نئی فکری تبدیلی کے چند ہفتہ کے جناب زہیر فہین کے یہاں برابری کی شان تو انائی سے ملتی ہے اسی بات پر امام عالمیہ قائم نے فرمایا تھا کہ جیسے ساتھی مجھے ملے ویسے نہ میرے بھائی کو نہ والد گرامی، نہ نانا ختمی مرغبت کو ملے۔

اس شمارہ میں شہدائے کربلا کی دوسری قسط پیش کی جا رہی ہے ان شہدائے راہ حق کے صدقہ میں دعا ہے ہماری قوم اپنے سابقہ امتیازی اتحاد و یکجہتی پر پھر فائز ہو جائے۔ اس کی پہلے سے کہیں زیادہ آج ضرورت ہے۔ دل تو چاہ رہا تھا کہ موجودہ انتشار پسندی پر کھل کے تفصیل سے لکھا جائے لیکن خدشہ ہے کہ کہیں یہ منفیت (Negativity) کے دائرہ میں پہنچ کر منفی نتیجہ کا حامل نہ ہو جائے۔ منفی سوچ اسلام کے خلاف جاتی ہے اور اسلام منفی سوچ کے خلاف ہے۔ اسلام تو ”حسن ظن“ کا حامی و مبلغ ہے۔ ہم بھی سب کے خیر خواہ اور طالب خیر ہیں۔

م۔ر۔عابد

شہدائے کربلا

آیۃ اللہ العظمیٰ سید العلماء مولانا سید علی نقوی

(۳) منج بن سہم

السلام علی منجھ مولیٰ الحسین بن علی علیہ السلام۔

یہ نسخہ زیارت کا اگر صحیح ہے تو وہ پہلی روایت کا مؤید ہے۔ کربلا میں ان کی شہادت اوائل جنگ کے واقعات میں سے حملہ اولیٰ کے پہلے ہے۔ حدیقہ وردیہ کے مصنف نے ان کے قاتل کا نام حسان بن بکر حنظلی لکھا ہے۔

صاحب ناسخ نے ان کا نام ان شہداء میں درج کیا ہے جن کا تذکرہ مورخین و محدثین کسی نے نہیں کیا ہے اور بس ان کا نام زیارت شہداء میں وارد ہوا ہے۔^(۱)

لیکن ہمارے گذشتہ بیان سے ظاہر ہو گیا کہ ناسخ کا یہ اظہار درست نہیں ہے۔

(۴) عمرو بن خالد

نام و نسب

عمرو بن خالد بن حکیم بن حزام الاسدی الصیداوی۔^(۲)

ابتدائی واقعات

یہ کوفہ کے اشراف میں سے اور اہلبیت کے بڑے سچے محب تھے۔ شروع میں جناب مسلم کے ساتھ نصرت کے لئے کھڑے ہوئے۔ جب اہل کوفہ نے بالکل ساتھ چھوڑ دیا اور کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو مشل دوسرے افراد شیعہ کے یہ بھی روپوش ہو گئے، یہاں تک کہ امام حسینؑ عراق کے حدود میں پہنچے اور آپ نے قیس بن مسہر صیداوی کو اپنی آمد کے

خاندان رسالت کے ساتھ، علاوہ محبت و ایمان کی غلامی کے، بندگی کی حیثیت سے بھی رشتہ غلامی رکھتے تھے۔ شیخ الطائفہ نے ’کتاب الرجال‘ میں اصحاب امام حسینؑ میں شمار کیا ہے اور لکھا ہے کہ وہ حضرت کے ساتھ درجہ شہادت پر فائز ہوئے اور زرخشری نے کتاب ’ریح الارز‘ میں لکھا ہے کہ حسیہ حضرت امام حسینؑ کی کنیز تھی جسے حضرت نے نوفل بن حارث بن عبدالمطلب سے خرید فرمایا تھا۔ حضرت نے اس کی شادی ”سہم“ کے ساتھ کر دی جس سے منج کی ولادت ہوئی اور اس اعتبار سے منج امام حسینؑ کے غلام تھے۔ یہ کنیز سید سجاد امام زین العابدینؑ کے گھر میں خدمت کرتی تھی جب حضرت سید الشہداءؑ عراق کی طرف روانہ ہوئے تو وہ اپنے فرزند منج سمیت حضرت کے ہمراہ تھے۔ اس روایت کو علامہ شیخ عبد اللہ مغانی طاب ثراہ نے اپنی کتاب ”تنقیح المقال فی علم الرجال“^(۱) میں درج کیا ہے۔

فاضل سماوی کا بیان اس کے خلاف ہے وہ لکھتے ہیں کہ منج امام حسنؑ کا غلام تھا اور وہ کربلا میں حضرت امام حسنؑ کی اولاد کے ساتھ آیا تھا۔^(۲)

بہر حال اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ”منج کربلا میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ زیارت شہداء میں جو ناحیہ مقدسہ کی طرف نسبت رکھتی ہے ان پر بایں الفاظ سلام موجود ہے کہ

(۱) ناسخ التواریخ، ج ۶ ص ۲۷۹

(۲) تنقیح المقال، ج ۲ ص ۲۳۰

(۱) تنقیح المقال فی علم الرجال، ج ۳ ص ۲۴

(۲) البصار العین، ص ۵۴

اطلاعی خط کے ساتھ کوفہ روانہ کیا۔ اور قیس راستہ میں گرفتار ہو گئے اور ان کے قتل کا حکم ہوا لیکن انھوں نے مرتے مرتے حسینؑ کی سفارت ادا کر دی کہ امام حسینؑ مقام ”حاجر“ میں پہنچ گئے ہیں جس کو جانا ہوا ان کے پاس جائے۔ یہ خبر عمرو بن خالد کو پہنچی تو یہ اپنے غلام سعد اور تین دوسرے ہمراہیوں کے ساتھ جن کا تذکرہ بعد میں آئے گا امام کی خدمت میں روانہ ہوئے اور دلیل راہ (راستہ بتانے والے) ان کے طرّ ماح بن عدی ہوئے۔ یہ لوگ غیر معروف راستے سے بہت تیز رفتاری کے ساتھ عذیب الجانات میں امام کی خدمت میں پہنچے۔

یہ وہ وقت تھا کہ جب حرب بن یزید ریاحی امام کی نقل و حرکت کی نگرانی کے لئے پہنچ گیا تھا چنانچہ حرنے مداخلت کی اور کہا کہ یہ لوگ آپ کے ساتھ نہیں آئے تھے اس لئے یا تو میں انھیں گرفتار کر کے قید کر لوں گا یا کوفہ واپس کروں گا۔

حضرت نے فرمایا: ”اب جب کہ یہ میرے پاس پہنچ گئے اور میری امان میں آگئے تو میں انھیں تیرے سپرد نہیں کر سکتا۔“ (۱)

کارزار و شہادت

روز عاشور جنگ چھڑنے کے بعد یہ اور ان کے ساتھی وہ پانچ آدمی تھے جنہوں نے بیک وقت فوج دشمن پر حملہ کیا اور لشکر میں گھس کر شمشیر زنی کرنے لگے۔ محاربہ کربلا (۲) میں ان کے واقعہ شہادت کو تفصیل سے لکھا گیا ہے اور اس پر نتانج مرتب کئے گئے ہیں۔

زیارت شہداء میں ان کے سلام کے یہ الفاظ ہیں:

السلام علی عمرو ابن خالد الصیداوی۔
’مناقب‘ ابن شہر آشوب میں وہب کلبی کی جنگ کے بعد عمرو بن خالد ازدی کی جنگ کا تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ انھوں

(۱) طبری، ج ۶ ص ۲۳۰

(۲) محاربہ کربلا، ص ۲۰

نے یہ جڑ پڑھی:-

اليوم يا نفس الى الرحمن
تمضين بالروح وبالريحان
اليوم تجزين على الاحسان
ماخط في اللوح لدى، لديان
لا تجزعي فكل حي فان (۱)

اگر ان کو عمرو بن خالد اسدی ہی سمجھا جائے اور یہ خیال کیا جائے کہ ”ازدی“ کی لفظ کتابی غلطی ہے جیسا کہ خیال یہی ہوتا ہے تو یہ روایت کہ انھوں نے تنہا مبارز طلبی اور جنگ کی اور شہادت پائی گذشتہ روایت کے منافی قرار پاتی ہے۔

صاحب ’ناسخ‘ نے بھی اس بارے میں مناقب کا تتبع کیا ہے۔ (۲)

لیکن انھوں نے اس کے چند ورق بعد بہت سے شہداء کے تذکرہ کے بعد پھر عمرو بن خالد صیداوی کا ذکر باس الفاظ کیا ہے:-

دیگر عمرو بن خالد صیداوی بحضرت امام علیہ السلام آمد۔

فقال يا ابا عبدالله قد هممت ان الحق اصحابي و
كرهت ان اتخلف وارث وحيدا من اهلك
قتيلا۔

عرض کرد یا ابا عبدالله عزیمت درست کردہ ام کہ با
برادران و مصاحبان خود پیوستہ شوم و مگر وہ می
شمارم کہ از ایشاں تخلف کنم و ترا تنہا و مقتول بینم۔

فقال له الحسين تقدم فاننا للاحقون بك عن
ساعة۔

فرمود تاختن کن و رزم میزن کہ ہم دریں ساعت سن با

(۱) مناقب، ج ۴ ص ۹۴

(۲) ناسخ التواریخ، ج ۶ ص ۲۶۲

(۶) مجمع بن عبد اللہ

نام و نسب

مجمع بن عبد اللہ بن مجمع بن مالک بن ایاس بن عبد
منافہ بن سعد العشرۃ المذحجۃ العاندی^(۱)

خصوصیات

حافظ ابن حجر عسقلانی نے 'اصابہ' میں ان کا تذکرہ
ان تابعین کے ذیل میں کیا ہے جو بزمانہ حضرت رسول صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم متولد ہوئے اور لکھا ہے:-

کان مع الحسین بن علی بالطف فقتل ذکرہ ابن
الکلبی وکان لابیہ ادراک۔
یہ حسین بن علیؑ کے ساتھ کر بلا میں موجود تھے اور قتل ہوئے۔
اس کا تذکرہ ابن کلبی نے کیا ہے اور ان کے باپ نے حضرت
رسولؐ کی صحبت کے شرف کو حاصل کیا تھا۔

خود مجمع حضرت امیر المومنینؑ کے اصحاب میں سے
تھے اور جنگ صفین کے واقعات میں ان کا ذکر پایا جاتا
ہے۔^(۲)

امام سے ملاقات

یہ بھی ان پانچ اشخاص میں سے تھے جو مقام
'عذیب الجانات' میں امام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔
اس کا تفصیلی تذکرہ عمرو بن خالد صیداوی کے حال میں ابھی ابھی
آچکا ہے۔ ان کا نام خصوصیات کے ساتھ اس موقع پر تاریخ
میں اس طرح آیا ہے کہ امام نے لوگوں سے کوفہ کی حالت
پوچھی تو مجمع بن عبد اللہ عاندی نے کہا:-

اما اشراف الناس فقد اعظمت رشوتهم
وملائت عزائهم يستمال ودھم ویستخلص

تو ملحق خواہم شد پس بتاخت و تنے چند را بخاک
بینداخت و ہم بخاک در افتاد و جان و بداد۔^(۱)

مگر واقعہ کر بلا میں دو عمرو بن خالد کا وجود جن میں سے ایک
''ازدی'' ہوں اور دوسرے ''صیداوی'' قطعاً ثابت نہیں ہے
اس لئے اسے صاحب 'ناسخ' کی ان بہت سی فروگزاشتوں میں
سے سمجھنا چاہئے جن کی مثالیں آپ کے سامنے آتی رہیں گی۔

(۵) سعد، مولیٰ عمرو بن خالد

عام طور سے کتابوں میں ''سعد'' نام درج ہے۔^(۲) لیکن
زیارت شہداء میں 'سعید' نام مذکور ہے۔ اگر نسخہ غلط نہ مانا جائے
تو یہ گزشتہ اندراج کے خلاف ہے۔ صاحب 'ناسخ' نے بھی ان
شہداء کے تذکرہ میں، جن کا ذکر مؤرخین و محدثین نے نہیں کیا
ہے اور صرف ان کے نام زیارت شہداء میں مذکور ہوئے ہیں،
''سعید مولیٰ عمرو بن خالد الصیداوی'' لکھا ہے۔

طبری وغیرہ میں ان کے نام کے ساتھ ولدیت نہیں مذکور ہے
لیکن علامہ مامقانی نے تنقیح المقال میں ان کے نام کے محل
پر لکھا ہے ''سعد بن عبد اللہ'' اور بیان کیا ہے کہ شیخ نے اپنی
کتاب 'الرجال' میں اسی عنوان سے بغیر کسی لقب اور وصف
کے ان کا نام اصحاب حسینؑ میں مندرج کیا ہے۔

اہل سیر کا بیان ہے کہ یہ شریف النفس بلند ہمت غلام تھے
جنھوں نے اپنے مالک عمرو بن خالد کا آخر وقت تک ساتھ
دیا۔ وہ اپنے مالک کے ساتھ اسی مختصر قافلہ میں آکر امام سے
ملحق ہوئے تھے جو عذیب الجانات میں امام کے پاس پہنچا تھا
جس کا تذکرہ اس کے قبل ہو چکا ہے اور میدان جنگ میں بھی وہ
انہی ہمراہیوں کے جتھے میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔
اس واقعہ کا اجمالی اشارہ اور تفصیلی حوالہ بھی حوالہ قلم ہوا ہے۔

(۱) ناسخ التواریخ، ج ۶ ص ۷۳

(۲) ابصار العین، ج ۶ ص ۶۸

(۱) اصابہ، ج ۳ ص ۹۴

(۲) تنقیح المقال، ج ۳ ص ۵۳

(۸) جنادۃ بن حارث سلمانی

”سلمان“ قبیلہ مراد کی ایک شاخ اور ”مراذ“ قبیلہ مذحج کا ایک شعبہ ہے۔ جنادۃ بن حارث کوفہ کے باشندہ تھے۔ شیخ طوسی نے کتاب الرجال میں ان کا نام اصحاب حسینؑ میں درج کیا ہے اور فاضل سماوی نے لکھا ہے کہ وہ اصحاب سے تھے پھر امیر المؤمنینؑ کے ساتھ رہے اور جنگ صفین میں جہاد کیا۔^(۱) یہ فقرہ دونوں کے یہاں متفقہ حیثیت سے ہے کہ وہ مشاہیر شیعہ سے تھے۔

جب مسلم بن عقیل کوفہ میں امام حسینؑ کی بیعت لے رہے تھے تو جنادہ نے عہد وفاداری کے ساتھ بیعت کی اور مسلم کے ساتھ جہاد میں شریک بھی ہوئے مگر جب مسلم کے خلاف حالات نے پلٹا کھایا تو یہ بھی مثل دیگر اشخاص کے خفی ہو گئے اور آخر اسی جماعت میں جو عمرو بن جنادہ صیداوی اور مجمع بن عبداللہ عاندی وغیرہ افراد پر مشتمل تھی یہ بھی ”عذیب الجہانات“ میں امام کی خدمت میں ملحق ہوئے اور اپنی اسی جماعت کے ساتھ رہ کر جنگ کر کے درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

اس واقعہ کا تذکرہ عمرو بن جنادہ اور ان کے دوسرے رفقاء کے حال میں اجمالاً ہو چکا ہے۔ تاریخ طبری میں اس موقع کے حال میں ان کا نام ”جابر بن حارث سلمانی“ لکھا ہے۔^(۲) بظاہر چھاپہ کی غلطی ہے۔ زیارت شہداء کے اس نسخہ میں جو میرے پیش نظر ہے ان کا نام اس طرح ہے:-

السلام علی حیان بن حارث السلمانی الازدی۔
اور ناسخ میں بھی جہاں اس زیارت کو نقل کیا ہے یہ الفاظ اسی طرح ہیں لیکن اس کا غلط ہونا بھی ظاہر ہے۔ اسی لئے صاحب ناسخ نے شہیدوں کے حالات میں کہیں ”حیان بن حارث“

(۱) تنقیح المقال، ص ۲۳۴

(۲) تاریخ طبری، ج ۶ ص ۲۵۵

بہ نصیحتہم فہم الب واحد علیک۔ واما سائر الناس بعد فان افئدتہم تہوی الیک و سیوفہم غدا مشہورۃ علیک۔^(۱)

بڑے بڑے آدمی ان کو تو بڑی رشوتیں دی گئی ہیں اور گٹھریاں بھر بھر کر مال و دولت عطا کیا گیا ہے تاکہ وہ موافق رہیں اور خیر خواہی کرتے رہیں اس لئے یہ لوگ تو متفق ہیں آپ کے خلاف، رہ گئے عام افراد، ان کے دل تو آپ کی طرف جھکتے ہیں مگر تلواریں ان کی کل آپ کے خلاف کھینچی ہوئی ہوں گی۔

یہ کتنی صحیح تشریح ہے خلقت کے طرز عمل کی جو بالکل نفسیات کے مطابق ہے۔

شہادت

یہ روز عاشور بھی اپنے اسی جتنے کے ساتھ رہے جس میں آئے تھے اور اپنے ہمراہیوں کے ساتھ جنھوں نے بیک وقت فوج دشمن پر حملہ کیا تھا جنگ کی اور درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

ابن شہر آشوب نے ان کا تذکرہ ان شہداء میں کیا ہے جو حملہ اولیٰ کی جنگ مغلوبہ میں قتل ہوئے۔^(۲)

زیارت شہداء میں ان کے لئے بھی سلام موجود ہے:-

السلام علی مجمع بن عبداللہ العاندی۔

(۷) عاند بن مجمع

یہ مجمع بن عبداللہ عاندی کے فرزند تھے اور اپنے باپ کے ساتھ اسی جماعت میں جو ”عذیب الجہانات“ پہنچے تھے امام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور اپنے باپ ہی کے ساتھ اسی جماعت کی شرکت میں جنگ کی اور شہید ہوئے۔^(۳)

(۱) تاریخ طبری، ج ۶ ص ۲۳۰

(۲) مناقب، ج ۴ ص ۹۹

(۳) البصار للعین، ص ۸۶

کی شہادت کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔

صاحب 'ابصار العین' نے تصریح کی ہے۔

(جنادة) بالجيم والنون والالف و الدال
المهمله و بعدها الهاء، ويصحف بجبار و حيان،
ولكن المضبوط ذلك.

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کہیں جنادہ کو جبار، بھی لکھا گیا ہے
لیکن وہ بھی غلط ہے۔

ابن شہر آشوب نے نافع بن ہلال جملی کی شہادت کے تذکرہ
کے بعد لکھا ہے کہ پھر جنادہ بن حارث انصاری میدان جنگ
میں آئے اور وہ یہ رجز پڑھ رہے تھے:-

انا جناد وانا ابن الحارث

لست بخوار ولا بناكث

عن بيعتي حتى يرثني وارثي

اليوم ثاري في الصعيد ما كث

اور انہوں نے سولہ آدمی قتل کئے۔^(۱) انہیں کوئی

دوسرا شخص فرض نہ کیا جائے تو یہ گزشتہ روایت کے خلاف ہے اور

چونکہ مناقب کی اس طرح کی روایتوں میں گونا گوں کمزوریاں

موجود ہیں جو اس کتاب میں نذر ناظرین ہوتی رہیں گی اس

لئے اس روایت پر بھی اعتماد مشکل ہے۔

(۹) جندب بن حجر کندی خولانی

کوفہ کے باشندہ اور ممتاز شیعہ افراد میں سے تھے۔

امیر المومنین کی صحبت سے شرفیاب ہوئے تھے اور جنگ صفین

میں 'کندہ' اور 'ازد' کے رسالوں کے افسر تھے۔ جب امام

حسینؑ کوفہ کی طرف راہ پیمائے تھے تو حر کی ملاقات سے پہلے ہی یہ

خدمت امام میں جا کر ہمراہی کے شرف سے بہرہ یاب ہوئے

اور روز عاشور جنگ کے ابتدائی ہنگام میں جنگ کر کے شہید

ہوئے۔ (۲)

(۱) مناقب، ج ۳ ص ۹۵ (۲) تنقیح المقال، ج ۱ ص ۲۳۶

زیارت شہداء میں ان کا نام اس طرح ہے:

السلام علی جندب بن حجر الخولانی اور صاحب

'ناسخ' نے بھی ان شہداء کے ذیل میں جن کا تذکرہ مورخین و

محدثین نے نہیں کیا ہے اور صرف زیارت میں ان کا نام وارد ہوا

ہے "جندب بن حجر" ہی تحریر کیا ہے۔^(۱)

حدائق وردیہ کے مصنف نے لکھا ہے کہ ان کے بیٹے حجر بن

جندب بھی ان ہی کے ساتھ قتل ہوئے، لیکن یہ امر پایہ ثبوت کو

نہیں پہنچا ہے۔ ان زیارتوں میں بھی جو شہداء کربلا کے تذکرہ

پر مشتمل ہیں ان کا تذکرہ نہیں ہے۔^(۲)



اب حملہ اولیٰ کے شہداء کا سلسلہ ہے جن کی تعداد

بتصریح مورخین پچاس تک پہنچتی ہے اور جن میں نہیں کہا جاسکتا

کہ کون پہلے شہید ہوا اور کون بعد، اسی لئے 'محاربہ' کربلا میں

میں نے ان کے نام 'حروف تجوی' کی ترتیب سے درج کئے ہیں

اور اس موقع پر ان کے حالات بھی اسی ترتیب سے تحریر کئے

جاتے ہیں۔

(۱۰) ادہم بن امیہ عبدی بصری

قبیلہ عبد قیس سے بصرہ کے باشندہ تھے۔ بصرہ میں

ایک عورت ماریہ بنت سعد یا بنت منقذ شیعہ اور دوست اہلبیتؑ

تھی اور اس کے مکان میں اکثر شیعہ اہل بیت کا اجتماع ہوتا

رہتا تھا۔ جب امام حسینؑ نے مکہ معظمہ سے کوفہ کی روانگی کا قصد

کیا اور ابن زیاد کا تبادلہ بصرہ سے کوفہ کی گورنری پر ہوا اور بصرہ

کے گورنر کی جانب سے ناکہ بندی کا انتظام ہوا کہ کوئی شخص

نصرت حسینؑ کے لئے بصرہ سے نہ جانے پائے۔ تو ماریہ عبدیہ

کے مکان میں یزید بن ثبیط قیسی نے نصرت حسینؑ کے جانے کا

عزم ظاہر کیا۔^(۳)

(۱) ابصار العین، ج ۳ ص ۱۰۴ (۲) ناسخ التواتر، ج ۶ ص ۷۹

(۳) تاریخ طبری، ج ۶ ص ۱۹۸

کے ساتھ کر بلا پہنچے اور خفیہ طریقہ سے آکر حضرت سید الشہداءؑ کے انصار میں شامل ہو گئے۔^(۱)

روز عاشور جنگ چھڑنے کے بعد حملہ اولیٰ میں دوسرے شہداء کے ساتھ درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔^(۲)

(۱۳) جبلة بن علی شیبانی

کوفہ کے باشندہ، بہادر اور شجاع تھے۔ جنگ صفین میں امیر المؤمنینؑ کے ساتھ جہاد میں شریک ہوئے۔^(۳)

حضرت مسلم کی نصرت کے لئے بھی کمر بستہ ہوئے تھے اور مثل دیگر اشخاص کے ان کی تنہائی و بے یاری کے بعد یہ بھی اپنے قبیلہ میں روپوش ہو گئے اور جب امام حسینؑ کر بلا میں پہنچے تو آکر رفقائے امام میں شامل ہوئے۔^(۴)

میرا خیال یہ ہے کہ ان میں سے بہت سے لوگ جن کے متعلق ملتا ہے کہ انھوں نے حضرت مسلم کی بیعت کی تھی اور پھر مخفی ہو گئے وہ ہوں گے جو موقع جنگ پر مسلم کے پاس پہنچ ہی نہ سکے۔ اور اس صورت حال کی بناء پر جس کا میں نے قاتلان حسین کا مذہب رسالہ میں کافی تفصیل سے تذکرہ کیا ہے۔ یہ یقینی ہے کہ سب لوگ جنھوں نے مسلم کی بیعت کی تھی ان کا مسلم تک پہنچنا ممکن نہیں تھا۔

ابن شہر آشوب کی تصریح کے مطابق وہ ان ہی شہداء میں ہیں جو حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔^(۵)

زیارت شہداء میں ان پر سلام موجود ہے:

(السلام علی جبلة بن علی الشیبانی۔)

(۱۴) جنادة بن کعب بن حارث انصاری خزرجی

امام کی ہمراہی میں مکہ معظمہ سے متعلقین سمیت ساتھ آئے تھے اور حملہ اولیٰ میں جنگ کر کے شہید ہوئے۔

(۱) تنقیح المقال، ج ۱ ص ۱۹۸ (۲) ابصار العین، ص ۱۱۲

(۳) تنقیح المقال، ج ۱ ص ۲۰۷ (۴) ابصار العین، ص ۱۲۳

(۵) مناقب، ج ۳ ص ۶۹

یہ قصد خطرے سے خالی نہ تھا اور مشکل تھا کہ اس نازک حالت میں جب کہ راستے بند ہیں کچھ زیادہ لوگ اس عزم و ارادہ کے ساتھ ہم آہنگ ہوتے مگر یزید کے دو فرزند اور چار دوسرے اشخاص تھے جنہوں نے یزید بن ثبیط کے ساتھ اتحاد عمل کیا۔ انھوں نے اپنی جان پر ٹھان لی اور مقام ”الطح“ میں جو مکہ معظمہ ہی کے حدود میں تھا پہنچ کر امام کی ہمراہی اختیار کی۔ ان چار اشخاص میں ایک ادہم بن امیہ تھے۔^(۱)

روز عاشور حملہ اولیٰ میں جو ظہر کے قبل واقع ہوا تھا درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

(۱۱) امیہ بن سعد بن زید طائی

قبیلہ ”طے“ میں سے، بہادر جنگ آزمائشہ سوار اور امیر المؤمنینؑ کے اصحاب میں محسوب تھے۔ آپ کے ساتھ جنگ صفین میں شرکت بھی کی تھی اور کار نمایاں انجام دیا تھا۔^(۲)

اس کے بعد کوفہ میں قیام رہا۔ جب امام حسینؑ کے کر بلا پہنچنے کی خبر پہنچی تو گفتگوئے صلح کے زمانہ میں کوفہ سے کر بلا پہنچے اور امام کی ہمراہی اختیار کی۔ بقول علامہ مامغانی یہ آٹھویں محرم کی شب کا واقعہ ہے۔

روز عاشور جنگ چھڑنے کے بعد حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔^(۳)

(۱۲) جابر بن حجاج

قبیلہ ”تیم اللات بن ثعلبة“ میں سے عامر بن نہشل تیمی کے آزاد کردہ غلام تھے، کوفہ کے باشندہ بہادر اور شہسوار تھے۔ پہلے جناب مسلم بن عقیل کی حمایت کے لئے کمر بستہ ہوئے مگر حالت کے دگرگوں ہونے کے ساتھ مثل دوسرے بہت سے افراد کے وہ بھی اپنے قبیلہ میں چھپ رہے جب امام کے کر بلا میں وارد ہونے کی اطلاع ہوئی تو یہ عمر سعد کی فوج

(۱) ابصار العین، ص ۱۱۰ (۲) تنقیح المقال، ج ۱ ص ۱۵۳

(۳) ابصار العین، ص ۱۱۲

ابن شہر آشوب نے عمرو بن مطاع جعفی کی شہادت کے بعد لکھا ہے۔ کہ پھر جوین بن ابی مالک مولیٰ ابی ذرمیدان جنگ میں آئے اور وہ یہ رجز پڑھ رہے تھے۔

کیف تری الفجار ضرب الاسود... الخ^(۱)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ انھوں نے جون مولیٰ ابی ذر الغفاری اور جوین بن مالک دونوں کے حال کو غلط ملط کر دیا ہے۔ اس قسم کی غلطیاں مناقب میں بھی بہت ہیں۔

(۱۶) حارث بن امرأ القیس بن عابس کندی

شجاعان روزگار میں سے عابد اور زاہد تھے۔ لڑائیوں میں کار نمایاں انجام دے چکے تھے۔ ان کے مذہبی احساس اور ثبات و استقلال کے لئے یہ واقعہ یادگار ہے کہ قلعہ ”مجر“ کے حصار میں وہ موجود تھے۔ جب مرتدین اس قلعہ سے باہر نکال کے قتل کئے جانے لگے تو حارث نے اپنے حقیقی چچا پر حملہ کیا۔ اس نے کہا: ”میں تو تمہارا چچا ہوں۔“ حارث نے کہا: ”اور خدا میرا پروردگار ہے۔ اس کا حکم مقدم ہے۔“ یہ کہہ کر اسے قتل کر ڈالا۔^(۲)

کر بلا میں یہ بھی عمر سعد کی فوج میں آئے تھے لیکن شرائط صلح نامنظور ہونے کے بعد وہاں سے علیحدہ ہوئے اور امام کے ساتھ ہو گئے۔ حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔

(۱۷) حارث بن بہان

بہان حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کے غلام بہادر اور شہسوار تھے۔ جنگ احد میں حمزہ کی شہادت ہوئی اس کے دو برس بعد بہان نے دنیا سے مفارقت کی۔^(۳)

ان کے فرزند حارث نے امیر المومنین کی خدمت میں رہنا اختیار کیا اور پھر امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی خدمت میں رہے۔ جب حضرت سید الشہداءؑ نے مدینہ منورہ سے ہجرت

(۲) تنقیح المقال، ج ۱ ص ۲۴۳

(۱) مناقب، ج ۴ ص ۹۵

(۳) تنقیح المقال، ج ۱ ص ۲۴۸

زیارت شہداء میں جو ناحیہ مقدسہ کے اسناد سے ابن طاووس نے نقل کی ہے، ان پر سلام میری نظر سے نہیں گذرا مگر علامہ مامغانی طاب ثراہ نے زیارت کے حوالہ سے ان پر سلام بایں الفاظ نقل کیا ہے:- السلام علی جنادة بن کعب بن الحرث الانصاری الخزرجی وابنه عمر و بن جنادة۔^(۱) ممکن ہے یہ زیارت کوئی دوسری ہو۔ ان کے فرزند عمرو بن جنادة کا تذکرہ اس کے بعد آئے گا۔

(۱۵) جوین بن مالک بن قیس بن ثعلبہ تیمی

قبیلہ بنی تیم میں سکونت رکھتے تھے اس لئے اسی قبیلہ کی طرف منسوب ہوئے اور جب کوفہ کے تمام قبائل امام حسینؑ سے جنگ کے لئے بھیجے جا رہے تھے تو یہ قبیلہ بنی تیم کے ساتھ عمر سعد کی فوج میں کر بلا پہنچے اور جب امام حسینؑ کے پیش کردہ شرائط صلح نامنظور ہوئے اور جنگ کے آثار نظر آنے لگے تو یہ اسی قبیلہ کے چند دوسرے اشخاص کے ساتھ شب کے وقت عمر سعد کی فوج سے جدا ہو کر فقائے امام کی جانب آ گئے اور روز عاشور حملہ اولیٰ میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔^(۲)

زیارت شہداء کا جو نسخہ میری نظر سے گذرا ہے اس میں ان کا نام اس طرح ہے:- السلام علی جون بن مالک الضبعی۔ لیکن صاحب ’ناخ‘ نے جو اس زیارت کو نقل کیا ہے اس میں ہے:- السلام علی حوی بن مالک الضبعی۔^(۳) اور ان شہداء کی فہرست میں جن کا تذکرہ مؤرخین و محدثین نے نہیں کیا ہے اور صرف زیارت میں ان کا نام مندرج ہے وہاں بھی ”حوی بن مالک ضبعی“ نام لکھا ہے۔

لیکن اس سب کے برخلاف علامہ مامغانی نے زیارت کے حوالہ سے ”جوین“ ہی پر سلام نقل کیا ہے۔^(۴)

(۱) تنقیح المقال، ج ۱ ص ۲۴۴ (۲) تنقیح المقال، ج ۱ ص ۲۴۰ / ابصار

العین، ص ۱۱۳ (۳) ناخ التواریخ، ج ۶ ص ۳۱۴ (۴) ناخ، ج ۶ ص ۲۷۹

لکھا ہے جو البصار العین کے تتبع میں ہے لیکن تحقیق سے اس کے خلاف ثابت ہوا۔

(۲۱) حجاج بن زید سعدی تمیمی

قبیلہ بنی سعد بن تمیم میں سے بصرہ کے باشندہ تھے۔ امام حسینؑ نے مکہ معظمہ سے روانگی کے موقع پر چند خط رواساء بصرہ کے نام روانہ فرمائے تھے جن میں سے ایک مسعود بن عمرو ازدی کے نام تھا۔^(۱)

مسعود نے اپنے قبیلہ کے تمام اقوام بنی تمیم، بنی حنظلہ، بنی سعد اور بنی عامر کو مجتمع کر کے تقریر کی اور نصرت امام حسینؑ کے لئے آمادہ کیا۔ جن میں سے بعض نے ساتھ دینے میں تامل کیا اور بعض نے اعانت و نصرت کا پختہ وعدہ کیا۔ مسعود نے اس صورت حال سے مطمئن ہو کر ایک خط امام کے نام تحریر کیا جس میں امام کی تشریف آوری عراق پر اظہار مسرت کرتے ہوئے یہ لکھا تھا کہ میں نے بنی تمیم اور بنی سعد کو تمام تر آپ کی نصرت کے لئے آمادہ کر لیا ہے اور وہ سب آپ پر اپنی جان نثار کریں گے۔

یہ خط حجاج بن زید سعدی کے ہاتھ روانہ کیا گیا وہ امام کی خدمت میں کر بلا میں آ کر شرفیاب ہوئے اور روز عاشور حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔^(۲)

زیارت شہداء میں ان پر سلام بایں الفاظ ہے: السلام علی الحجاج بن زید السعدی اور صاحب ’ناخ‘ نے ان کا نام ان شہداء کی فہرست میں درج کیا ہے جنہیں مؤرخین و محدثین نے نظر انداز کر دیا ہے اور صرف زیارت سے ان کے نام کا پتہ چلتا ہے۔^(۳) تنقیح المقال میں بھی ان کا نام اسی طرح ہے۔ اس سب کے برخلاف البصار العین میں ان کا نام ’حجاج بن بدر تمیمی السعدی‘ لکھا ہے جس کے تتبع میں

(۲) البصار العین، ص ۱۲۲-۱۲۳

(۱) طبری، ج ۶ ص ۲۰۰

(۳) ناخ التواریخ، ج ۶ ص ۲۷۹

فرمائی تو حارث بھی ہمراہ رکاب ہوئے اور روز عاشور حملہ اولیٰ میں درجہ شہادت کو حاصل کیا۔^(۱)

(۱۸) حباب بن حارث

علامہ ابن شہر آشوب نے حملہ اولیٰ میں ان کا بھی نام درج کیا ہے۔^(۲) حالات بالکل معلوم نہیں ہو سکے۔

(۱۹) حباب بن عامر بن کعب تیمی

قبیلہ ’تیم اللات بن ثعلبہ‘ میں سے کوفہ کے باشندے شیعہ اہل بیتؑ تھے اور جناب مسلم بن عقیل کی بیعت کی تھی۔ جناب مسلم کی شہادت کے بعد اپنے قبیلہ میں پوشیدہ ہو گئے۔ جب امام حسینؑ کی کوفہ کی جانب روانگی کی اطلاع ہوئی تو خفیہ طریقہ پر کوفہ سے باہر نکلے اور راہ میں امام حسینؑ کی خدمت میں پہنچ کر ہمراہ رکاب ہوئے۔ عاشور کے دن ظہر کے قبل حملہ اولیٰ میں شہادت پائی۔^(۳)

(۲۰) حبشہ بن قیس النہمی

پورا نام و نسب

حبشہ بن قیس بن سلمہ بن طریف بن ابان بن سلمہ بن حارثہ ہمدانی نہمی ہے۔

حافظ ابن حجر کا بیان ہے کہ ان کے دادا سلمہ بن طریف صحابہ پیغمبر میں سے تھے اور خود حبشہ بن قیس راوی حدیث ہیں۔ یوم طف (روز عاشور) حسینؑ بن علیؑ کے ساتھ قتل ہوئے۔^(۴)

’اصابہ‘ ہی میں ایک دوسری جگہ ان کا نام ’جعبر بن قیس‘ لکھا ہے۔^(۵) جو کاتب کی غلطی کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔ ’محاربہ کر بلا‘ میں ان کا نام میں نے ’حبشی بن قیس‘

(۱) البصار العین، ص ۵۵

(۲) مناقب، ج ۴ ص ۹۹

(۳) البصار العین، ص ۱۱۳

(۴) اصابہ، ج ۲ ص ۱۰۶

(۵) اصابہ، ج ۲ ص ۲۲۳

میں نے بھی ”محاربہ کربلا“ میں اس غلطی کا ارتکاب کیا ہے جو یقیناً محتاج اصلاح ہے۔

(۲۲) حلاس بن عمرو ازدی راسبی

اصحاب امیر المومنینؑ میں سے تھے اور حضرت کے زمانہ خلافت میں کوفہ میں افسر پولیس کی حیثیت رکھتے تھے۔ کربلا میں ابن سعد کی فوج کے ساتھ آئے اور گفتگوئے مصالحت کے ناکام ہونے پر مخفی طریقہ سے شب کے وقت امام حسینؑ کی طرف منتقل ہو گئے۔^(۱)

ابن شہر آشوب نے ان کا نام حملہ اولیٰ کے مقتولین میں درج کیا ہے۔^(۲)

ان کے نام کے متعلق شیخ طوسیؒ کی تصریح ہے کہ ’جلاس‘ بوزن ’غراب‘ ہے اور بعض لوگوں نے ”حلاس“ لکھا ہے اور مناقب کے مطبوعہ نسخہ میں ”حلاسی“ ہے لیکن یہ چھاپہ کی غلطی ہے۔ ان کے بھائی نعمان بن عمرو ازدی کا تذکرہ اس کتاب میں اس کے بعد آئے گا۔

(۲۳) حنظلہ بن عمر شیبانی

ابن شہر آشوب نے ان کا نام حملہ اولیٰ کے مقتولین میں ذکر کیا ہے۔

(۲۴) زاہر بن عمرو اسلمی کندی

اصحاب رسولؐ میں سے راوی حدیث اور بیعت رضوان کے شرف سے بہرہ اندوز تھے صلح حدیبیہ کے بعد جنگ خیبر میں شریک جہاد بھی ہوئے۔^(۳)

شجاعت ان کی ممتاز صفت اور نمایاں جوہر تھا اور اہل بیت کی محبت ان کے لئے سرنامہ اعزاز۔ جب زیاد بن ابیہ معاویہ کی طرف سے کوفہ کا گورنر تھا اور عمرو بن الحمق الخزاعی نے اس کی مخالفت کا علم بلند کیا تو زاہر بھی ان کے ساتھ تھے

(۱) البصار لعین، ص ۱۰۹

(۲) مناقب، ج ۴ ص ۹۹

(۳) تنقیح المقال، ج ۱ ص ۱۷۱

اور ہر قول و فعل میں ان کے ہم آہنگ۔ جب معاویہ نے عمرو بن الحمق کی گرفتاری کا حکم بھیجا تو زاہر کے نام بھی وارنٹ جاری ہوا مگر وہ روپوش ہو گئے اور قبضہ میں نہ آ سکے۔^(۱)

اصحاب ائمہ میں سے محمد بن سنان زاہری متوفی ۲۲۰ھ جو امام رضاؑ اور امام محمد تقیؑ کے رواۃ میں سے ہیں ان ہی زاہر کی اولاد میں سے تھے۔^(۲)

۶۰ھ میں حج بیت اللہ الحرام سے شرفیاب ہوئے اور اس سلسلہ میں امام حسینؑ سے ملاقات ہوئی اور حضرت کی ہمراہی میں کربلا آئے اور ابن شہر آشوب کی تصریح کے مطابق حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔^(۳)

(۲۵) زہیر بن بشر شعمی

ابن شہر آشوب نے حملہ اولیٰ کے مقتولین میں ذکر کیا ہے۔^(۴)

زیارت شہداء میں ان پر سلام موجود ہے:-

”السلام علی زہیر بن بشر الخشعمی۔“

(۲۶) زہیر بن سلیم بن عمرو ازدی

شب عاشور جب کہ امام حسینؑ کے قتل کا ارادہ یقینی صورت پر فوج ابن سعد کی طرف سے ظاہر ہو گیا تو اس وقت یہ امام حسینؑ سے آکر ملحق ہوئے اور حملہ اولیٰ میں جنگ کر کے شہید ہوئے۔^(۵) زیارت شہداء میں ان پر سلام کے الفاظ یہ ہیں:-

”السلام علی زہیر بن سلیم الازدی۔“

فضل بن عباس بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب نے ایک قصیدہ میں بنی امیہ کی سیاہ کاریوں کا تذکرہ کیا ہے اور اس سلسلہ میں شہداء کربلا میں سے بعض کا نام بنام تذکرہ کیا ہے۔ ان میں زہیر کا نام بھی موجود ہے۔ وہ کہتے ہیں:-

(۱) البصار لعین، ص ۱۰۳ (۲) رجال کبیر، ص ۹۸ مطبوعہ طہران

(۳) مناقب، ج ۴ ص ۹۹ (۴) مناقب، ج ۴ ص ۹۹

(۵) مناقب، ج ۴ ص ۹۹

یہ کر بلا وارد ہوئے اور امام کے ہمراہ رہے یہاں تک کہ حملہ اولیٰ میں نصرت امام میں جنگ کا شرف حاصل کیا۔ ابن شہر آشوب نے ان کا ذکر حملہ اولیٰ کے مقتولین میں کیا ہے۔^(۱) لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ اس موقع پر شہید نہیں ہوئے بلکہ زخمی ہو کر گر گئے اور گرفتار ہو کر عمر سعد کے پاس لائے گئے۔ اس نے چاہا کہ قتل کرائے مگر ان کی قوم کے لوگ مانع ہوئے اور انھیں اپنے ساتھ لے گئے۔ پھر بھی زخمی اتنے ہو چکے تھے کہ جانبر نہ ہو سکے اور چھ مہینے کے بعد انہی زخموں کی تکالیف سے انتقال کیا۔^(۲)

اجرا خروی کے اعتبار سے صورت حال کی بناء پر ان کا شہدائے کر بلا میں محسوب ہونا بعید نہیں اور چونکہ زخمی ہو کر گرنا ان کا حملہ اولیٰ میں ہے اس لئے ہم نے بھی شہدائے حملہ اولیٰ کے ذیل میں ذکر کیا۔ زیارت شہداء میں حسب ذیل الفاظ میں سلام بھی موجود ہے: السلام علی الجریج الماسور سوار بن ابی حمیر النہمی الہمدانی ’نہی‘ کے بجائے بعض کتب میں ’نہی‘ لکھا ہے جو صریحی غلط ہے۔^(۳)

(۳۰) سیف بن مالک عبدی

قبیلہ عبد قیس سے بصرہ کے باشندہ اور ان شیعیان اہلبیتؑ میں سے تھے جو ماریہ بنت منذر عبدیہ کے مکان میں مجتمع ہوا کرتے تھے یزید بن عبد بن ثبیط قیس کے ساتھ نصرت امام حسینؑ کے لئے روانہ ہوئے اور مقام ابطح میں امام کی ملاقات سے شرف اندوز ہوئے۔ اس کی تفصیل ادہم بن امیہ کے حالات میں آچکی ہے۔

ابن شہر آشوب نے حملہ اولیٰ کے مقتولین میں ’سیف بن مالک نمیری‘ کا نام لکھا ہے۔^(۴) اس میں نمیری کی لفظ بظاہر ’بصری‘ کی تحریف ہے۔

ارجعوا عامرا و ردوا زھیرا
ثم عثمان فارجعوا عنا رمینا
وارجعوا الحر وابن قین و قوما
قتلوا حین جاوروا صفینا
”یعنی واپس کرو عامر کو اور زہیر کو، ان کے علاوہ عثمان کو انھیں واپس کرو تاوان ادا کرتے ہوئے، اور واپس کرو حر کو اور ابن قین کو، اور ان لوگوں کو جو جنگ صفین میں قتل ہوئے۔“
یہاں زہیر سے مراد یہی زہیر بن سلیم ہیں کیونکہ زہیر بن قین کا ذکر اس کے بعد ابن قین کے الفاظ میں موجود ہے۔^(۱)

(۲۷) سالم مولیٰ عامر بن مسلم العبدی

اپنے مالک کے ساتھ اسی قافلہ میں جو یزید بن ثبیط قیس کے ساتھ بصرہ سے کر بلا آیا تھا امام کی خدمت میں آئے اور روز عاشور حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔^(۲)

زیارت شہداء میں ان پر سلام کیا گیا ہے:-

”السلام علی سالم مولیٰ عامر بن مسلم۔“
(۲۸) سلیم

امام حسنؑ کا غلام باوفا کر بلا میں نصرت امام حسینؑ میں شہید ہوا۔^(۳)

(۲۹) سوار بن ابی عمیر نہمی

پورا نام ونسب

سوار بن منعم بن حابس بن ابی عمیر بن نہم الہمدانی النہمی ہے۔ شیخ طوسی نے کتاب الرجال میں اصحاب حسینؑ میں درج کیا ہے اور صدوق بابو یقینی نے ’من لا یحضرہ الفقیہ‘ میں ”باب میراث الجنین“ کے ذیل میں ایک حدیث درج کی ہے جس کا سلسلہ سند سوار بن ابی عمیر تک پہنچا ہے۔^(۴)
امام حسینؑ کے کر بلا پہنچنے کے بعد گفتگوئے صلح کے زمانہ میں

(۱) البصار لعین، ص ۸۱

(۲) مناقب، ج ۴ ص ۹۵

(۳) البصار لعین، ص ۱۱۲

(۴) البصار لعین، ص ۱۹۹

(۵) مناقب، ج ۴ ص ۹۹

(۶) البصار لعین، ص ۸۰

(۷) تنقیح المقال، ج ۲ ص ۷۱

(۸) رجال شیخ طوسی، ص ۳۴

’ابصار العین‘ میں ’سیف بن مالک نمیری‘ کو جوین بن مالک تیمی پر محمول کیا گیا ہے۔^(۱)

اس میں نام اور نسبت دونوں کو غلط قرار دینے کی ضرورت پڑتی ہے اور پھر ’جوین‘ اور ’سیف‘ میں کوئی تشابہ نہیں ہے جس سے ایک کو دوسرے کی تحریف شدہ صورت سمجھا جائے اور نہ ’تیمی‘ اور ’نمیری‘ میں کوئی مناسبت ہے۔ اس کے علاوہ ابن شہر آشوب نے جوین بن ابی مالک کا صراحۃً مبارز طلبی کے سلسلہ میں تذکرہ کیا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ وہ ان کو جوین مولیٰ ابی ذر کے ساتھ متحد سمجھے ہیں جس کا تذکرہ سابق میں ہو چکا ہے۔ اس کے بعد کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ حملہ اولیٰ کے مقتولین میں ان کی کسی عبارت کو جوین بن مالک پر منطبق کیا جائے۔

ہمارا خیال اس بناء پر ناقابل انکار ہے کہ اس میں نام و نسب میں کوئی تصرف لازم نہیں آتا۔ صرف ’نمیری‘ کی لفظ غلط قرار پاتی ہے جس کی اصل ’بصری‘ ہے اور ان دونوں لفظوں میں تناسب موجود ہے۔

زیارت شہداء میں ان پر سلام مذکور ہے:-

’السلام علی سیف بن مالک۔‘

(۳۱) شبیب بن عبد اللہ

حارث بن سرلیج ہمدانی جابری کے غلام، صحابی رسول اور حضرت امیر المومنین کے ساتھ جمل، صفین، نہروان تینوں لڑائیوں میں شرکت کا شرف حاصل کئے ہوئے کوفہ کے باشندہ تھے۔^(۲)

کر بلا میں سیف بن حارث بن سرلیج اور مالک بن حارث بن سرلیج دونوں اپنے آقا زادوں کی معیت میں امام کی خدمت میں پہنچے۔^(۳)

اور روز عاشور حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔
زیارت شہداء کے پیش نظر نسخہ میں ان پر سلام کے الفاظ حسب ذیل ہیں:-

’السلام علی شبیب بن الحارث بن سرلیج۔‘
صاحب ’ناسخ‘ نے بھی ان شہداء کی فہرست میں جنہیں مؤرخین و محدثین نے نہیں لکھا ہے اور صرف زیارت میں ان کے اسماء کا تذکرہ ہے۔ ’شبیب بن حارث بن سرلیج‘ ہی نام درج کیا ہے۔^(۱)

بظاہر یہ راوی حدیث کی غلطی ہے جس نے ’مولیٰ‘ کے بجائے ’ابن‘ کی لفظ نقل کر دی ہے۔

(۳۲) شبیب بن عبد اللہ نہشلی

طبقہ تابعین میں سے امیر المومنین کے اصحاب میں محسوب تھے اور حضرت کے ساتھ تینوں لڑائیوں میں شریک ہوئے۔ آپ کی شہادت کے بعد امام حسن کی صحبت اختیار کی اور پھر امام حسین کے اصحاب میں داخل ہوئے اور حضرت کے مخصوصین میں سمجھے جاتے تھے۔

شیخ طوسی طاب ثراہ نے کتاب رجال میں ان کا نام اصحاب امام حسین ہی کی فہرست میں لکھا ہے۔ جب امام حسین نے مدینہ کو چھوڑ کر سفر غربت اختیار کیا تو شبیب بن عبد اللہ وہیں سے آپ کے ہمراہ رکاب ہوئے اور مکہ میں آپ کے ساتھ رہے۔ پھر جب آپ مکہ سے روانہ عراق ہوئے تو شبیب نے اس وقت بھی ساتھ دیا اور کربلا پہنچے۔ آخر روز عاشور حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔^(۲)

زیارت شہداء میں ان پر سلام موجود ہے۔

’السلام علی شبیب بن عبد اللہ نہشلی۔‘
صاحب ’ناسخ‘ نے انہیں ان شہداء کی فہرست میں مندرج

(۱) ناسخ التواریخ، ج ۲ ص ۲۷۹

(۲) تنقیح المقال، ج ۲ ص ۸

(۲) تنقیح المقال، ج ۲ ص ۸۱

(۱) ابصار العین، ص ۱۱۳

(۳) ابصار العین، ص ۷۹

کیا ہے جنہیں محدثین، مؤرخین نے نہیں ذکر کیا اور صرف زیارت میں ان کا نام درج ہے۔^(۱)

(۳۳) ضرغامہ بن مالک تغلبی

شیخ طوسی نے رجال میں اصحاب امام حسینؑ میں محسوب کیا ہے۔ کوفہ میں انھوں نے جناب مسلم بن عقیل کی بیعت کی اور ان کے شہید ہونے کے بعد روپوش ہو گئے۔ پھر عمر سعد کی فوج کے ساتھ کربلا آئے اور امام حسینؑ کے پاس آکر ملحق ہوئے۔ ابن شہر آشوب نے انھیں حملہ اولیٰ کے مقتولین میں درج کیا ہے۔^(۲)

(۳۴) عامر بن مسلم عبدی بصری

بصرہ کے باشندہ انہی شیعہ اشخاص میں سے تھے جو ماریہ بنت منقذ کے مکان میں جمع ہوا کرتے تھے، یزید بن ثبیط قیسی کے ساتھ نصرت امام کے لئے روانہ ہوئے اور مقام ”ابطح“ میں حضرت کے پاس پہنچے۔^(۳) روز عاشورا حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔^(۴)

زیارت شہداء میں ان پر سلام ہے:

”السلام علی عامر بن مسلم۔“

(۳۵) عباد بن مہاجر بن ابی المہاجر جہنی

مکہ معظمہ سے امام حسینؑ کی روانگی اہل کوفہ کی دعوت پر مبنی تھی، اس لئے عام طور سے لوگوں کے توقعات آپ کے ساتھ وابستہ تھے کہ آپ ایک ایسے ملک میں جارہے ہیں جہاں بحیثیت پیشوا امام کے آپ کی اطاعت کی جائے گی اور آپ کو اقتدار کلی حاصل ہوگا۔

اس کا نتیجہ تھا کہ راستہ میں عرب کے بدو قبائل جن کی طرف سے گذر ہوتا تھا بہت سے ان میں سے قافلہ میں شامل

(۱) نایح التواریخ، ج ۶ ص ۲۷۹ (۲) مناقب، ج ۴ ص ۱۹۹

(۳) تنقیح المقال، ج ۳ ص ۱۱۷

(۴) مناقب، ج ۶ ص ۹۹

ہو جاتے تھے۔ چنانچہ ”میاہ جہینہ“ نام والے چشموں کے پاس سے قبیلہ جہینہ کے بہت سے لوگ آپ کے ساتھ ہوئے اسی میں عباد بن مہاجر بھی تھے۔^(۱)

جب مسلم وہابی کے مقتول ہونے کی خبر سننے کے بعد امام حسینؑ نے منزل زبالہ پر لوگوں کو اپنا پیغام سنایا کہ حالات اس صورت پر ہیں اور ہمارے ساتھ کوئی امید نہ رکھنا چاہئے لہذا جو شخص واپس جانا چاہتا ہو وہ واپس چلا جائے تو اس وقت بہت سے لوگ چپ و راست منتشر ہو گئے اور بس وہ لوگ رہ گئے جو آپ کے ساتھ مدینہ سے آئے تھے۔^(۲)

لیکن عباد بن مہاجر ان با وفا لوگوں میں سے تھے جنھوں نے اس وقت امام کا ساتھ نہیں چھوڑا اور وہ آخر تک حضرت کے ساتھ ساتھ رہے یہاں تک کہ کربلا میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

(۳۶) عبد الرحمن بن عبد رب النصارى خزرجی

صحابہ رسول میں سے حدیث غدیر کے راوی اور شاہد تھے جسے حافظ ابن عقدہ نے اپنی طریق سے نقل کیا ہے۔^(۳)

رجال شیخ میں ان کا نام اصحاب امیر المؤمنینؑ میں لکھا ہے۔ وہ حضرت کے بڑے مخصوص تربیت یافتہ شاگرد تھے۔ حضرت نے ان کو خود قرآن مجید کی تعلیم دی اور ان کی تربیت کی طرف توجہ فرمائی۔^(۴)

امام حسینؑ کے ساتھ مکہ ہی سے روانہ ہوئے اور کربلا تک ہمراہ رکاب آئے صبح روز عاشورا ان کا نام بریر کے ساتھ گفتگو میں آیا ہے کہ بریر عبد الرحمن سے مذاق کرنے لگے تو عبد الرحمن نے کہا۔ چھوڑو ان باتوں کو یہ مذاق کا وقت نہیں ہے جس کے جواب میں بریر نے کہا تھا کہ آج سے بڑھ کر تو کوئی

(۱) ابصار العین، ص ۱۱۵ (۲) طبری، ج ۲ ص ۲۲۶ (۳) تجرید اسماء الصحابہ

للمذہبی مطبوعہ حیدرآباد صفحہ ۷۷ (۴) تنقیح المقال، ج ۲ ص ۱۴۵

کے قصد سے آئے مگر پھر واپس نہیں گئے، روز عاشور حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔^(۱)

(۳۹) عبداللہ بن بشر خثعمی

پورا نام و نسب حسب ذیل ہے:

عبداللہ بن بشر بن ربیعہ بن عمرو بن منارہ بن قیس بن عامر بن راستہ بن مالک بن واہب بن جلیجہ بن کلب بن ربیعہ بن عفرس بن خلف بن اقبل بن انمارہ الانماری الخثعمی۔

بشر بن ربیعہ خثعمی اپنے زمانہ کے مشہور روزگار شخص اور میدان جنگ کے معرکہ آزمائش سواروں میں سے تھے۔

کوفہ کا مشہور احاطہ جو ”جبانہ بشر“ کہلاتا تھا وہ انہی کے نام سے منسوب تھا اور جنگ قادسیہ میں ان کا یہ شعر زبان زد توارخ ہے:

انخت بباب القادسیۃ ناقتی

وسعد بن وقاص علی امیر

اُن کے فرزند عبداللہ بھی صفات شجاعت و جرأت و نام آوری میں اپنے پیشرو کے قدم بقدم تھے۔ میدان کربلا میں فوج عمر سعد کے ساتھ پہنچ کر انصار امام حسینؑ میں آکر شامل ہوئے اور حملہ اولیٰ میں درجہ شہادت کو حاصل کیا۔^(۲)

(۴۰) عبداللہ بن یزید بن ثبیط قیسی

یزید بن ثبیط قیسی کا تذکرہ اس کے بعد آئے گا۔ ان کے دس بیٹے تھے جن کے سامنے انہوں نے نصرت امام حسینؑ کے لئے چلنے کا سوال پیش کیا لیکن ان میں صرف دو وہ تھے جنہوں نے اس ہم ارادہ میں باپ کا ساتھ دیا ان میں سے ایک یہی عبداللہ تھے۔ چنانچہ وہ اپنے باپ کی ہمراہی میں بصرہ سے روانہ ہوئے اور ابطح میں آکر خدمت امام میں بہرہ اندوز ہوئے۔^(۳) کربلا پہنچ کر روز عاشور حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔^(۴)

(۱) ابصار العین، ص ۱۰۱

(۲) ابصار العین، ص ۱۱۲

(۳) مناقب، ج ۴ ص ۹۹

(۴) طبری، ج ۶ ص ۱۹۸

خوشی کا ہنگام ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ تھوڑی ہی دیر میں جنت کی سیر ہوگی اور حوروں کے ساتھ لطف ملاقات۔ اس روایت کا راوی انہی عبدالرحمن کا غلام تھا جو ان کے ساتھ تھا مگر کربلا سے زندہ واپس گیا تھا۔^(۱)

جنگ چھڑنے کے بعد حملہ اولیٰ میں شہادت پائی۔^(۲)

(۳۷) عبدالرحمن بن عبداللہ بن کدن ارجی

طبقہ تابعین میں سے معزز شخص، بہادر اور معرکہ آزمائش تھے۔^(۳)

کوفہ سے جو دوسرا وفد امام حسینؑ کے پاس بھیجا گیا ہے اور جس کے ہاتھوں تقریباً ۵۳۵ عرضداشتیں جن میں سے ہر ایک دو تین اور چار دستخطوں سے تھی امام کے نام روانہ کی گئی تھیں اس وفد میں قیس بن مسہر صیداوی اور عمارہ بن عبید سلولی کے ساتھ یہ عبدالرحمن بن عبداللہ بھی تھے۔^(۴)

امام نے جناب مسلم بن عقیل کو کوفہ روانہ کیا تو ان تینوں نمائندوں کو ان کے ساتھ کر دیا۔^(۵)

پھر عبدالرحمن بن عبداللہ کسی صورت سے دوبارہ امام حسینؑ کے پاس آگئے اور روز عاشور حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔^(۶) زیارت شہداء میں ان پر سلام بایں الفاظ ہے:

”السلام علی عبد الرحمن بن عبد اللہ بن الکدن الارجی۔“

(۳۸) عبدالرحمن بن مسعود

ان کے والد مسعود بن حجاج تھے جن کا تذکرہ سلسلہ شہداء میں بعد کو آئے گا۔ یہ دونوں باپ بیٹے عمر سعد کی فوج کے ساتھ آئے تھے اور ساتویں محرم کو امام کے پاس سلام کرنے

(۱) ابصار العین، ص ۹۳

(۲) طبری، ج ۶ ص ۲۴۱

(۳) طبری، ج ۶ ص ۱۹۷

(۴) ابصار العین، ص ۷۸

(۵) طبری، ج ۶ ص ۱۹۸

(۶) مناقب، ج ۴ ص ۹۹

(۴۱) عبید اللہ بن یزید بن ثبیط قسی

اپنے باپ کے دوسرے وہ فرزند تھے جنہوں نے نصرت امام حسینؑ کے لئے باپ کا ساتھ دیا اور یہ بھی اپنے بھائی کی طرح حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔

(۴۲) عقبہ بن صلت جہنی

”میاہ جہینہ“ کے اعراب میں سے جو اثناء راہ میں سے امامؑ کے ساتھ ہو گئے تھے، ایک یہ بھی تھے۔ منزل زبالہ میں امامؑ کے خطبہ کو سن کر جب دوسرے لوگ چلے گئے تو یہ امامؑ کے ساتھ باقی رہے یہاں تک کہ روز عاشور شہید ہوئے۔^(۱) علامہ مامغانی کا بیان ہے کہ وہ صحابی رسولؐ اور راوی حدیث ہیں اور سفر عراق کے موقع پر امامؑ کے ساتھ آئے تھے۔^(۲)

(۴۳) عمار بن ابی سلامہ دالانی

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔ عمار بن ابی سلامہ بن عبد اللہ بن عمران بن راس بن دالان ہمدانی، انہوں نے رسالتآب کے زمانہ کا ادراک کیا اور علیؑ بن ابی طالب کے ساتھ جمل، صفین، نہروان، تینوں لڑائیوں میں شرکت کی اور کربلا میں حسینؑ بن علیؑ کے ساتھ قتل ہوئے۔^(۳)

ابن شہر آشوب نے ان کا نام حملہ اولیٰ کے مقتولین میں ذکر کیا ہے۔^(۴)

(۴۴) عمار بن حسان طائی

عمار بن حسان بن شریح بن سعد بن حارثہ بن لام بن عمرو بن ظریف بن عمرو بن ثمامہ بن ذہل بن جذعان بن سعد بن طے۔

مخصوص و ممتاز شیعان اہل بیتؑ میں سے مشہور بہادر

جنگ آزما تھے۔ ان کے باپ حسان بن شریح امیر المؤمنینؑ کے اصحاب میں سے تھے اور جنگ صفین میں حضرت کی نصرت میں شہید ہوئے۔

عمار امام حسینؑ کے ساتھ مکہ معظمہ سے آئے تھے۔^(۱) اور روز عاشور حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔^(۲)

زیارت شہداء میں ان پر سلام ہے:

”اَللّٰهُ عَلٰی عَمَّارِ بْنِ حَسَّانِ بْنِ شَرِيْحِ الطَّائِي“

اصحاب زمانہ ائمہ میں سے عبد اللہ بن احمد بن عامر بن سلیمان بن صالح بن وہب بن عمار بن حسان بن شریح طائی جلیل القدر عالم اور فقیہ تھے جو اپنے والد کے ذریعہ سے امام رضاؑ سے روایت رکھتے تھے اور کتاب القضاء والاحکام کے مصنف تھے، وہ انہی عمار بن حسان کی اولاد میں سے تھے لیکن کتب رجال میں ان کا نام اس موقع پر عامر بن حسان لکھا ہے۔ بہر حال یہ تصریح موجود ہے کہ

”هو الذي قتل مع الحسين بکربلا۔“^(۳)

(۴۵) عمرو بن ضبیعة بن قیس بن ثعابہ ضعی تیمی

یہ بہادر اور شہسوار اور جنگ کے میدانوں میں کار نمایاں انجام دیئے ہوئے تھے۔ شیخ طوسی نے انہیں اصحاب امام حسینؑ میں ذکر کیا ہے۔^(۴)

عمر سعد کی فوج کے ساتھ میدان کربلا میں آئے اور پھر انصار امام حسینؑ میں شامل ہو گئے۔^(۵) اور ابن شہر آشوب کی تصریح کے مطابق حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔ مناقب مطبوعہ بمبئی میں ان کا نام ”عمرو بن مشیعة“ لکھا ہے۔^(۶) لیکن یہ چھاپہ کی غلطی ہے۔

(۱) ابصار العین، ص ۱۱۵

(۲) تنقیح المقال، ج ۲ ص ۲۵۴

(۳) اصباہ، ج ۲ ص ۱۱۱

(۴) مناقب، ج ۴ ص ۹۹

(۲) مناقب، ج ۴ ص ۹۹

(۴) تنقیح المقال، ج ۱ ص ۳۳۲

(۱) ابصار العین، ص ۱۱۳

(۳) رجال کبیر، ص ۱۹۹

(۵) ابصار العین، ص ۱۱۳

(۶) مناقب، ج ۴ ص ۹۹

(۴۸) قاسط بن زہیر بن حارث تغلبی

یہ اور ان کے دو بھائی جن کا تذکرہ بعد کو ہوگا، امیر المومنینؑ کے اصحاب میں سے تھے اور حضرت کے ساتھ لڑائیوں میں شریک ہوئے تھے۔ اور پھر امام حسنؑ کے ساتھ رہے یہاں تک کہ حضرت نے حجاز کی طرف مراجعت فرمائی۔ اس کے بعد یہ لوگ کوفہ میں قیام پذیر رہے جب امام حسینؑ کر بلا میں وارد ہوئے تو یہ لوگ کسی طرح مخفی طریقہ سے امام کی خدمت میں پہنچے۔^(۱)

اور روز عاشورہ حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔^(۲)

(۴۹) قاسم بن حبیب بن ابی بشر ازدی

شیعان کوفہ میں سے بہادر دلیر اور شہسوار تھے۔ شیخ الطائفہ نے ان کو اصحاب امام حسینؑ میں محسوب کیا ہے۔ عمر سعد کے ساتھ کر بلا آئے اور یہاں پہنچ کر امام کے انصار میں ملحق ہو گئے اور روز عاشورہ درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔^(۳)

زیارت شہداء میں ان پر سلام مذکور ہے:

”السلام علی قاسم بن حبیب الازدی۔“
صاحب ’ناخ‘ نے ان کے نام کا ذکر ان شہداء کے ذیل میں کیا ہے جنہیں مؤرخین و محدثین نے نہیں لکھا ہے اور صرف زیارت سے ان کا پتہ چلتا ہے۔^(۴)

(۵۰) کردوس بن زہیر بن حارث تغلبی

ان کے ایک بھائی قاسط بن زہیر کا تذکرہ ابھی ہو چکا ہے اور دوسرے بھائی مقسط کا حال بعد کو لکھا جائے گا۔ یہ تینوں بھائی اصحاب امیر المومنینؑ میں سے تھے اور حضرت کے ساتھ لڑائیوں میں شرکت کی۔ کر بلا میں خفیہ طریقہ پر نصرت امام حسینؑ کے لئے آئے اور حملہ اولیٰ میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔^(۵)

اسی بناء پر سپہر کاشانی نے مناقب ہی کے حوالہ سے جو شہداء حملہ اولیٰ کی فہرست درج کی ہے، اس میں عمرو بن ضبیہ ضبعی لکھا ہے۔^(۱) اور البصار العین نے بھی اس بارے میں مناقب کا حوالہ دیا ہے۔

(۴۶) عمران بن کعب بن حارث اشجعی

ابن شہر آشوب نے حملہ اولیٰ کے مقتولین میں محسوب کیا ہے۔^(۲)

زیارت میں ان پر سلام بایں الفاظ ہے:-

”السلام علی عمران بن کعب الانصاری۔“
لیکن صاحب ’ناخ‘ نے زیارت کے الفاظ میں ”عمر بن کعب“ نقل کیا ہے۔^(۳)

اور ان شہداء کی فہرست میں بھی جنہیں مؤرخین و محدثین نے نہیں لکھا ہے اور صرف زیارت میں ان کا تذکرہ ہے، یہی نام درج کیا ہے۔^(۴)

(۴۷) قارب مولیٰ الحسینؑ

قارب بن عبد اللہ بن اریقظ لیشی دلی، ان کی ماں فلیہہ امام حسینؑ کی حرم سرا میں جناب رباب مادر سکینہ کی کنیز تھیں۔ ان کی شادی عبد اللہ بن اریقظ کے ساتھ ہوئی جن سے قارب کی ولادت ہوئی۔ قارب اپنی ماں کی ہمراہی میں امام حسینؑ کے ساتھ مدینہ سے مکہ اور پھر کر بلا آئے اور حملہ اولیٰ میں قتل ہوئے۔^(۵)

زیارت شہداء میں ان پر سلام کیا گیا ہے۔

”السلام علی قارب مولیٰ الحسینؑ بن علی“
اور صاحب ناخ نے ان کا نام ان شہداء کے سلسلہ میں درج کیا ہے جنہیں محدثین و مؤرخین نے ذکر نہیں کیا ہے اور صرف زیارت میں ان کا تذکرہ ہے۔^(۶)

(۱) البصار العین، ص ۱۱۵ (۲) مناقب، ج ۴ ص ۹۹ (۳) تنقیح المقال، ج ۳ ص ۱۸۱ (۴) ناخ التواریخ، ج ۶ ص ۲۷۹ (۵) البصار العین، ص ۱۱۵

(۱) ناخ التواریخ، ج ۶ ص ۲۷۹ (۲) مناقب، ج ۴ ص ۹۹ (۳) ناخ التواریخ، ج ۶ ص ۳۱۳ (۴) ناخ، ج ۶ ص ۲۷۹ (۵) تنقیح المقال، ج ۳ ص ۱۸۱ (۶) ناخ التواریخ، ج ۶ ص ۲۷۹

21

عورت اسلام کی روشنی میں

اسد العلماء مولانا سید اسد علی صاحب قبلہ الہ آباد

نظریہ مساوات قابل عمل نہیں ہے

وہ لوگ جو نظریہ مساوات کے تحت عورت سے سیاست و عدالت، صنعت و حرفت، قیام امن و مدافعت وطن میں برابر کا حصہ لینے کے طالب ہیں ان کو چاہئے کہ پہلے مردانہ وار حیض و حمل، وضع حمل و رضاعت میں عورت کے دو چند کارنامے پیش کریں وہ اگر ایک ہفتے ایام کی تنگیوں پر بسر کرتی ہے تو وہ دو ہفتے اس خوشحالی میں گذاریں وہ اگر ایک بچہ نو مہینے میں دے تو یہ مرد اس مدت میں دو بچے دیں اور اسی طرح اور مراحل بھی طے کریں اور اگر مردانہ مواقع پر سپر انداختہ ہے تو عورت کو بھی میدان سیاست و عدالت، مدافعت و خدمت وطن کی عزت کی طرف دعوت نہ دے۔

نظریہ مساوات کا عملی مرقع

ذرا اس نوج یا اس بحری بیڑے کا اندازہ کیجئے جو عورتوں پر مشتمل ہو۔ عین موقع کا رزار پر کئی ان کی ماہواری میں مبتلا ہو کر بیکار ہو کر بیٹھی ہوں۔ کچھ حاملہ ہوں کچھ زچگی کے دور سے گزر رہی ہوں۔ یا کسی شہر کے پولیس کا اسٹاف عورتوں پر مشتمل ہو تو کیا اچھا انتظام اس شہر کا ہوگا بہت سی رات کے گشت میں غائب ہو جاتی ہوں اور کچھ دن کے ہنگاموں کے نذر ہوں پولیس اسٹیشن زچہ خانہ اور تربیت گاہ بن کر رہ گیا ہو یہی حال عدالت سفارتی خدمات ریلوے وغیرہ کا بھی ہے اگر کسی ٹرین پر ڈرائیور گارڈ ٹکٹ کی جانچ کرنے والے عورت ہوں تو پھر کیا کہنا ہے۔

مرد و عورت کے فرائض و فطرت جدا گانہ ہیں

صانع حکیم نے مرد و عورت کو جدا گانہ فرائض کی انجام دہی کے لئے پیدا کیا ہے اور اس کے حصے کے فرائض کے لحاظ سے اس

میں خصوصیات رکھی ہیں عورت میں ہمدردی۔ رقت قلب، رحم، شفقت، ذکاوت حسن لطافت، جذبات، نرمی و نزاکت و دیعت کی ہے اور مرد میں سختی، شدت تحکم، مزاحمت، حدت مزاج رکھا ہے تو پھر کیوں کر ایک دوسرے کے کاموں کے لئے موزوں ہو سکتا ہے۔

تمدن میں بہت سے کام ایسے ہیں جن میں بغیر شدت، تحکم، مزاحمت کے کام نہیں چلتا اور بہت سے کام ایسے ہیں جن میں رقت قلب، شفقت، لطافت جذبات کے بغیر کامیابی نہیں ہو سکتی اور دونوں قسم کے کام تمدن کی دنیا میں یکساں ضروری ہیں۔ تمدن کے معاملات کی تکمیل جتنی شدت صلابت، غلظت، کی محتاج ہے اتنی ہی نرمی، لچک، رقت کی بھی احتیاج رکھتی ہے اور تمدن کو جتنی ضرورت اچھے سپہ سالاروں لیڈروں، مدیروں کی ہے اتنی ہی ضرورت اچھی ماؤں، خوش سلیقہ بیویوں منظم خانہ داری کی بھی ہے ان دونوں میں جس کو نظر انداز کر دیا جائے گا تمدن بہر حال نقصان اٹھائے گا۔ لہذا مرد و عورت کے فرائض جدا گانہ ہونا چاہئے گھر کے باہر کے فرائض مرد انجام دے اور اندرون خانہ کے فرائض عورت انجام دے۔ خاندان کے لئے روزی کمانا۔ خاندان کی حمایت و حفاظت کرنا اور تمام جسمانی محنت کے کاموں کو انجام دینا مرد کا کام ہو اور بچوں کا پالنا، گھر کی زندگی کو نمونہ جنت بنانا، خانہ داری کے فرائض ادا کرنا عورت کا کام ہو۔ نظم خانہ کے قائم و برقرار رکھنے کا کام اس کو طوائف الملوکی سے بچانے کا فریضہ مرد سے متعلق ہونا چاہئے کیونکہ اس میں صلابت و تحکم کی ضرورت ہے یہی وجہ ہے کہ جس گھر کے پیش رو میں یہ باتیں نہیں ہوتیں اس کے یہاں طوائف الملوکی کی بد نظمی برپا رہتی

ہے، عورتوں کی نامکمل حکومت ہوتی ہے نہ دینی ہی کام انجام پاتے نہ دنیاوی ہی کیونکہ جس رکن خاندان کی دماغی اور اقلیتی حالت بار بار ایام حیض و حمل و رضاعت وغیرہ میں بگڑتی ہو وہ اس لائق نہیں کہ حاکمانہ اختیارات اس کے سپرد کئے جائیں۔

اسی بنا پر قانون الہی میں مرد کو حاکمانہ حیثیت عورت پر دی گئی ہے اس کا یہ مقصد نہیں ہے کہ عورت حقیر و کم تر ہے بلکہ اس میں اس کام کی اہلیت نہیں رکھی گئی کیونکہ اس سے یہ کام لینا مقصود خالق نہ تھا جیسے مرد میں پرورش اطفال، خانہ داری کے فرائض کی انجام دہی کی اہلیت نہیں کیونکہ اس سے یہ کام لینا مقصود خالق نہیں لہذا ضروری ہے کہ اس تقسیم و ترتیب کو برقرار رکھنے کے لئے ضروری انتظامات کئے جائیں تاکہ حلقہ ہائے عمل مخلوط ہو کر نظام تمدن کو درہم برہم نہ کر سکیں۔

یہ تھا معاشرت جدیدہ کا پہلا نظریہ جس کے حالات و نتائج کا تذکرہ کیا گیا دوسرے نظریے کی سیر کریں۔

عورت اور اکتساب معیشت

خداوند عالم نے عورت کو افزائش نسل کے لئے پیدا کیا مرد کے لئے لباس کے مانند قرار دیا اس کی تخم افشانی کے لئے زمین قرار دیا۔ اس کی ذات میں مرد کے واسطے سکون و راحت کا خزانہ قرار دیا اور معاشی حیثیت سے مرد کا محتاج بنایا اور شوہر پر اس کا نفقہ واجب قرار دیا اگرچہ خود صاحب ثروت ہو۔ سفر کے موقع پر مرد کا محتاج بنایا اور مرد کو مستغنی اور انہی باتوں کے لحاظ سے مرد کو قوام بنایا۔

لیکن جدید معاشرت نے اس کو بالاستقلال فرد کا سبہ بنادیا یعنی اپنی معیشت کو بلا توسل مرد خود حاصل کر لینے والی بن گئی اور اس معاشرت نے اس کو مرد سے بے نیاز کر دیا۔ خالق سفر میں تو اس کو مرد کا محتاج بنائے جو کہ ہمیشہ پیش آنے والی چیز نہیں گاہے ماہے کا کام ہے اور مخلوق اس کو اتنا خود رائے بنائے کہ روزانہ دفتر جایا کرے۔ اس معاشرت نے اس پرانے اصول کو کہ مرد کمائے اور عورت گھر کا انتظام کرے اس نئے چلن سے بدل دیا کہ مرد

عورت دونوں کمائیں اور گھر کا انتظام بازار کے سپرد کر دیا جائے۔ اس انقلاب کے بعد دونوں کی زندگی میں بجز ایک شہوانی تعلق کے اور کوئی ربط ایسا باقی نہیں رہا جو ان میں سے ایک کو دوسرے کے ساتھ وابستہ رہنے پر مجبور کرتا ہو کیونکہ صرف شہوانی تقاضوں کو پورا کرنا کوئی ایسا مقصود نہیں ہے جس کی وجہ سے مرد و عورت اپنے آپ کو ایک دائمی تعلق ہی کی گرہ میں باندھے اور ایک ہی گھر میں مشترک زندگی گزارنے پر مجبور ہوں جو عورت اپنی تمام ضروریات کی خود کفیل ہو اپنی روٹی آپ کماتی ہو آخر وہ کس چیز میں دوسرے کی اعانت و حفاظت کی محتاج ہے اور جب محتاج نہیں تو صرف شہوانی تقاضوں کو پورا کرنے کے واسطے اگر وہ ایک مرد کی پابند بنی بیٹھی ہے تو اس سے زیادہ احمق کون ہے کہ پر پرواز رکھتی ہے اور در نفس بھی کشادہ ہے مگر اقدام آزادی نہیں کرتی اور ذرا سی بات کے لئے بے شمار اخلاقی اور قانونی بندشیں اپنے اوپر عائد کئے ہوئے ہے ایک خاندان کی ذمہ داریاں اپنے سر سنبھالے ہوئے ہے۔

حالانکہ اخلاقی مساوات کا قانون اس کی آزاد شہوت رانی کی راہ سے ہر خار و خس کو دور کر چکا ہے اور تمام رکاوٹیں جو اس راہ کے اختیار کرنے میں پیش آسکتی تھیں برطرف ہو چکی ہیں ایسی صورت میں وہ اپنی خواہشات کی تسکین کے لئے آسان، پر لطف اور آراستہ راستے کو چھوڑ کر قربانیوں اور ذمہ داریوں کے بوجھ سے لدھا ہوا پرانا دقیا نوسی راستہ اختیار کرے؟

ہاں اگر کوئی خیال مانع ہو سکتا تھا تو وہ دینی قانون شکنی کا تھا کہ مذہب اس کو گناہ قرار دیتا ہے اور ایسے اقدام سے مانع ہوتا ہے لیکن جب مذہب رخصت ہوا تو یہ خیال بھی رخصت ہوا، رہا سوسائٹی کا خوف کہ وہ اس کو ملامت کرے گی اور نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکھے گی تو یہ باتیں کب کی رخصت ہو گئیں وہ زمانہ لد گیا جب فاحشہ ہونے پر ملامت ہوتی تھی اب سوسائٹی ملامت نہیں کرتی بلکہ ہاتھوں ہاتھ لیتی ہے اور اپنے دل میں جگہ دیتی ہے۔

صنفي تعلقات کی آزادی

معاشرت جدیدہ کا یہ تیسرا نظریہ ہے اس آزادانہ خلط ملط نے عورتوں میں حسن کی نمائش، بے ججابی و بے شرمی کے مظاہرات عریانی و فواحش کے مناظر کو غیر معمولی ترقی دے دی، صنفی میلان تو دونوں طرف فطری طور پر موجود ہی ہے جب تمدن نے اختلاط میں آزادی دے دی تو پھر وہی صورت ہوئی جیسے بارود کے ڈھیر میں چنگاری پہونچ جائے۔ بس دونوں طرف یہ کوشش شروع ہو گئیں کہ ضعف مقابل کے لئے زیادہ کل التفات بنیں جدید تعلیم نے وہ تمام اسباب پہلے سے ہی بنائے تھے کہ جن کا نتیجہ جاذبیت اور کشش یقینی ہے اور معاشرت نے یہ بھی سمجھا دیا کہ شان دلربائی پیدا کرنے میں کوئی عیب نہیں بلکہ یہ ہنر اور کمال ہے۔ اب حسن و جمال کی نمائش، ترقی کرتی چلی اور ہر منزل پر پہونچ کر یہ دیکھا کہ منزل آگے ہے اسی لئے کسی حد پر رک نہیں یہاں تک کہ برہنگی کی آخری حد آگئی اور سراب ترقی کے فریب خوردہ راہرو اپنی عاجزی کا اعتراف کرنے پر مجبور ہوئے۔

صنف مقابل کے لئے مقناطیس بننے کی خواہش عورت میں اتنی بڑھ گئی اور بڑھتی جا رہی ہے کہ اب تو شوخ و تنگ لباسوں، غازوں اور سرخیوں اور بناؤ سنگار کے نئے نئے سامانوں سے اس کی تسکین نہیں ہوتی تو اب بیچاری تنگ آ کر اپنے کپڑوں سے باہر نکلی پڑتی ہے یہاں تک کہ بسا اوقات تار تک لگا نہیں رہنے دیتی ادھر مردوں کی طرف سے ہر وقت ”ھل من مزید“ کا تقاضا ہے کیونکہ جذبات میں جو آگ لگی ہوئی ہے وہ حسن کی ہر بے ججابی پر بجھتی نہیں بلکہ اور زیادہ بھڑکتی ہے اور مزید بے ججابی کا مطالبہ کرتی ہے ان غریبوں کی پیاس بھی بڑھتے بڑھتے تونس بن گئی ہے جیسے کسی کو لو لگ گئی ہو اور پانی کا ہر گھونٹ پیاس کو بجھانے کے بجائے اور بھڑکا دیتا ہو۔

حد سے بڑھی ہوئی شہوانی پیاس سے بیتاب ہو کر بیچارے ہر ممکن طریقے سے اس کی تسکین کا سامان بہم پہونچاتے رہتے ہیں۔ یہ ننگی تصویریں یہ صنفی لٹریچر یہ عشق و محبت کے افسانے، یہ عریاں

آخری خطرہ حرامی بچے کی پیدائش کا تھا سو اس سے بچنے کے لئے پہلے تو حمل روکنے والی دوائیں موجود ہیں اور اگر یہ کارگر نہ ہو اور ذرائع منع حمل نطفہ کی جست و خیز کے مقابل شکست خوردہ ثابت ہوئے تو اسقاط میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔

اگر اس میں بھی کامیابی نہ ہوئی اور بدنصیب بین الاقوامی بچہ پیدا ہی ہو گیا تو آسانی سے اس کو ہلاک کیا جاسکتا ہے اگر محبت مادری آڑے آئی تو حرامی مولود کی ماں بن جانے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ اب کنواری اور ناجائز مولود کے حق میں اتنا پروپیگنڈہ ہو چکا ہے کہ جو سوسائٹی نفرت کی نظر سے دیکھنے کی جرأت کرے گی اسے خود تار یک خیالی کا الٹا الزام اپنے سر لینا پڑے گا۔

اس نظریہ کے تحت تمدن کو جس قدر نقصان پہونچایا نہیں کیا جاسکتا۔ آج لاکھوں جوان عورتیں تجرد پسند ہیں جن کے تجرد کے پردے میں آزاد شہوت رانی جلوہ افروز ہے اور ان سے بہت زیادہ وہ عورتیں جو عارضی جذبات محبت کے زور سے شادیاں کر لیتی ہیں مگر جیسا کہ بیان کیا گیا ایک شہوانی تعلق کے سوا اور جذبہ اس امر کی طرف داعی نہیں ہوتا اس لئے یہ رشتہ تار عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور ہوتا ہے۔ نری شہوانی محبت کے جذبات بہت جلد ٹھنڈے ہو جاتے ہیں پھر معمولی اختلاف بلکہ ادنیٰ بے التفاتی دے مروتی انھیں ایک دوسرے سے جدا کر دینے کو کافی ہوتی ہے۔

اکثر نکاحوں کا انجام جو طلاق اور تفریق تک پہونچتا ہے اس کا سبب یہی ہوتا ہے اور منع حمل کے ذرائع اسقاط حمل کی تدبیریں قتل اولاد کے اسباب جو مہیا کئے جاتے ہیں اور ان پر عمل درآمد ہوتا ہے یہ سب اسی انقلاب کا خوشگوار نتیجہ ہے کہ قدیم اصول نئے اصول سے بدل دیا گیا اور عورت اپنی جگہ سے اٹھ کر مرد کی جگہ جا بیٹھی۔ اسی طرح بدکاری بے حیائی امراض خبیثہ یہ سب بھی اسی انقلاب کے رہین منت ہیں۔

یہ تھا دوسرا نظریہ اب تیسرے نظریے کے حالات و نتائج کو دیکھیں۔

میں جیسی مستحکم ضمانتیں مہیا کی ہیں ان کی مثال دنیا کے کسی قدیم و جدید نظام تمدن میں نہیں ملتی۔

اسلام میں عورت کے معاشی حقوق

اس کے متعلق ایک حد تک پہلے بیان ہو چکا ہے۔ یہاں پر اور اعتراض کیا جاتا ہے کہ انسان کے لئے اس کی معاشی حیثیت خاص اہمیت رکھتی ہے فرد ہو یا قوم اسی حیثیت کے استحکام سے بنظر عزت و امتیاز دیکھی جاتی ہے اور اسی کمزوری سے نظر اندازی و حقوق تلفی کے مناظر سامنے آتے ہیں تمدن قدیم اور دور جاہلیت میں عورت کی غلامی کا راز اس کی معاشی کمزوری و بے بسی میں مضمر تھا تمدن جدید نے اس حالت کو بدلنا چاہا لیکن اس طرح کہ عورت کو اپنے حدود سے باہر نکال دیا اور ایک کمانے والی فرد بنادیا لیکن جس طرح کہ سابق کے قوانین کی بنیاد تفریط پر قائم تھی اسی طرح دور جدید نے منزل افراط پر قدم رکھ دیئے جس کا وہی نتیجہ ظہور پذیر ہو رہا ہے جو افراط کا ہوتا ہے اسلام شاہراہ عدل ہے اور اس کا ہر قانون جادہ اعتدال پر گامزن ہے اس نے عورت کو وسیع تر حقوق اس کی حیثیت کے لحاظ سے دیے ہیں میراث میں اس کو باپ، شوہر، اولاد اور دوسرے اقارب سے حصہ ملتا ہے جس پر اس کو قبض و تصرف کے پورے حقوق حاصل ہیں شوہر سے اس کو مہر بھی ملتا ہے جس پر اس کا انفرادی تسلط ہے ان اموال پر تصرف کرنے میں کسی کو حق مداخلت نہیں باپ ہو یا شوہر ان کے علاوہ کسی طرح بھی جائز طریقے سے اگر وہ کچھ کمائے تو اس کی مالک بھی کلیۃً وہی ہے اور ان سب کے باوجود اس کا نفقہ شوہر پر ہے۔ خواہ کتنی ہی مالدار ہو مگر شوہر بار انفاق سے سبکدوش نہیں ان وجوہ سے اس کی معاشی حیثیت اسلام نے اتنی مستحکم کر دی ہے کہ بسا اوقات وہ مرد سے زیادہ بہتر حالت میں ہوتی ہے۔

اسلام میں عورت کے تمدنی حقوق

عورت کو شوہر کے انتخاب کا پورا حق دیا ہے اس کے منشاء کے خلاف اس کی رضامندی کے بغیر کوئی اس کا نکاح نہیں کر سکتا وہ

اور جڑواں ناچ، یہ جذبات سے بھرے ہوئے فلم آخر کیا ہیں؟ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب اسی آتش عشق کو ٹھنڈا کرنے کے سامان ہیں مگر درحقیقت اس چنگاری کو اور ہوا دینے والی چیزیں ہیں جو معاشرت کے غلط رویے نے ہر سینے کے اندر سلگا رکھی ہے اور جس طرح بری باتوں کا اچھا نام رکھ کر اس کو جائز و مستحسن بنالیا جاتا ہے جھوٹ کو مصلحت کہہ دیتے ہیں مکر و دغا کو سیاست اور اپنے گناہ پر پردہ ڈال دیتے ہیں اسی طرح اپنی کمزوری کو چھپانے کے لئے انھوں نے اس کا نام رکھ دیا۔ آرٹ

عورت اسلام کی روشنی میں

عہد قدیم اور دور جدید میں عورت کے حالات کا مطالعہ کرنے کے بعد آئیۃ اسلام کی روشنی میں اس کے حقوق و حالات کا جائزہ لیں اسلام نے عورت کو حقوق دیتے ہوئے تین باتوں کا خاص طور پر لحاظ رکھا ہے۔

اول۔ یہ کہ عورت کو تمام ایسے مواقع دیئے جائیں جن سے فائدہ اٹھا کر وہ نظام معاشرت کے حدود میں رہتے ہوئے اپنی فطری صلاحیتوں کو زیادہ سے زیادہ ترقی دے سکے اور تمدن کی تعمیر میں زیادہ سے زیادہ حصہ لے سکے اور اپنے حصے کا کام زیادہ سے زیادہ بہتر انجام دے سکے۔

دوم۔ یہ کہ اس کی ترقی اور کامیابی جو کچھ ہو عورت ہونے کی حیثیت سے ہونہ مردانہ حیثیت سے۔ مرد بننا تو اس کا حق ہے نہ تمدن کے لئے مفید ہے نہ مردانگی میں وہ کامیاب ہو سکتی ہے۔

سوم۔ یہ کہ مرد اپنی قوامیت سے ناجائز فائدہ نہ اٹھائے اور قیام نظم کے لئے اختیار کو بروئے کار لائے ظلم کرنے میں نہ استعمال کرے اور ایسا نہ ہو کہ تابع و متبوع کا تعلق عملاً لونڈی اور آقا کا تعلق بن کر رہ جائے۔

ان تینوں باتوں کا لحاظ رکھنے کے بعد اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اسلام نے عورت کو جیسے تمدنی معاشی حقوق دیئے ہیں اور رفعت و شرف کے جو مراتب عطا کئے ہیں اور ان حقوق کی حفاظت کے لئے اپنی اخلاقی اور قانونی ہدایتوں

اگر اپنی مرضی سے کسی مسلم کے ساتھ نکاح کر لے تو کوئی اسے روک نہیں سکتا۔ ایک ناکارہ، ظالم، عیبی شوہر سے نجات حاصل کر سکتی ہے۔

خلع و فسخ کے حقوق اسلامی قانون نے اس کو دے رکھے ہیں بیوہ اور مطلقہ عورتوں کو نکاح ثانی کا حق دیا گیا ہے دیوانی اور فوجداری کے قوانین میں عورت اور مرد کے درمیان کامل مساوات قائم کی گئی ہے جان و مال و عزت کی حفاظت میں قانونی حیثیت سے مرد و عورت کے درمیان کوئی فرق نہیں رکھا گیا ہے۔

اسلام نے ایک طرف مرد کو حاکمانہ اختیارات دیے لیکن دوسری طرف حسن سلوک اور خوش خلقی و خوش معاملگی کا حکم دیا قرآن کا ارشاد ہے۔ ”وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ“، ”وَلَا تَنسُوا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ“، حسن سلوک قائم رکھو اور فیاضانہ برتاؤ کو نظر انداز مت کرو۔

عورت اور تعلیم

تعلیم کے لحاظ سے دیکھئے تو دین و اخلاق کی تعلیم مردوں کی طرح عورتوں کے لئے بھی ضروری قرار دی گئی ہے جناب سرور کائنات نے جہاں مردوں کو تعلیم دی عورتوں کو بھی دی، کنیزوں تک کے لئے علم و ادب سکھانے کا حکم دیا اور اس میں شبہ نہیں کہ جس طرح مرد کے لئے دینی اور دنیوی دونوں علوم کی ضرورت ہے کیونکہ نہ دین ہی کو چھوڑنا مقصود خدا و رسول ہے نہ دنیا ہی کو بالکل اسی طرح عورت بھی اُسی وقت کامیاب ہو سکتی ہے جب وہ دینی اور دنیاوی دونوں علوم سے بہرہ ور ہو کیونکہ اس کے متعلق بھی دینی اور دنیاوی دونوں قسم کے فرائض ہیں اور اس کی عملی زندگی کی کامیابی کا انحصار دونوں قسم کے فرائض کی انجام دہی پر ہے۔

ہاں ان علوم و فنون کی ضرورت نہیں جن کو حاصل کر کے عورت حدود و نسائیت سے باہر ہو جائے اپنے فرائض سے غافل ہو جائے اپنی ذمہ داریوں میں شرم محسوس کرے اپنے حقوق کی ادائیگی میں کسر نشان سمجھے شوہر پر قوا ام بن جائے۔

اسلام نے صرف تعلیم کی اجازت ہی نہیں دی بلکہ تاکید کی بعض

شدید حالات میں میدان جنگ کی بعض ضرورتوں میں حصہ لینے کی اجازت دی وہ عورت جس کے لئے مذہبی تعلیم کے ابواب مسدود تھے تعلیمی آزادی کی فضا میں سانس لینے لگی وہ عورت جس کی معمولی سزا موت تھی اپنے جان و مال و عزت و شرف کی محافظ بن گئی اور نوع انسانی کی ترقی یافتہ فرد بن گئی وہ عورت جو وید کی تعلیم نہیں حاصل کر سکتی تھی تجلی اسلام کے بعد تفسیر قرآن کرنے لگی حدیث رسولؐ کی روایت کرنے لگی دلیل و برہان کی تلوار سے دوسروں کی حجت قطع کرنے لگی تاریخ بتاتی ہے کہ رفیع بنت منود بن عقبہ رسولؐ کے ساتھ جنگ میں شریک تھی۔ کعبہ بنت سعید اسلمیہ کا خیمہ مسجد رسولؐ میں اس لئے نصب تھا کہ وہ زنجیوں کی مرہم پٹی کرے اور مریضوں کا علاج کرے لیلیٰ غفاریہ بھی زنجیوں کی مرہم پٹی کرتی تھی شفا بنت عبد اللہ عددیہ کتابت اچھی جانتی تھی کیا ان تاریخی واقعات سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ اسلام نے عورت کی سطح کو کس قدر بلند کر دیا تھا اور لوگوں کے دلوں سے اس خیام خام کو مٹا دیا تھا کہ عورت کا وجود بے سود ہے ورنہ اسلام کے قبل آبادی کے ہر گوشہ میں عورت پائے ستم کے لئے زمین تھی اس فیصلے سے دنیا کی کوئی قوم مستثنیٰ نہ تھی عورت کی حیثیت سامان خانہ یا پالتو جانور سے زیادہ نہ تھی ایشیا کے دیگر ممالک میں وہ دیوتاؤں کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھائی جاتی تھی اور دیوتاؤں کی مرضی کے نام سے اس کی عفت فروشی ایک مقدس خدمت سمجھی جاتی تھی اس کو ایک بے حس مخلوق خیال کیا جاتا تھا شدید ترین سزاؤں کی وہ مستحق تھی اور سخت ترین کاموں کے لئے وہ پیدا ہوئی تھی حیوانات کے برابر بھی اس کو درجہ حاصل نہ تھا۔ مگر دور خزاں ہمیشہ نہیں رہتا نہ تاریکی شب کو دوام ہے آخر کب تک یہ رہتا ایک دن آیا کہ خزاں مبدل بہ بہار ہوئی اور تاریکی کی الجھن صبح کے پیام مسرت سے بدلی آفتاب اسلام افق انسانیت پر طالع ہوا اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان نبوت نے کہنہ معاشرت کی عمارت کو منہدم کر دیا ظلم کے ہاتھ مفلوج ہو گئے خود غرضی کا مجسمہ لرز نے لگا مظلوموں نے عدل و انصاف کی پرسکون فضا میں

ہوا کہ ماں بیٹوں نے قلعہ فتح کر لیا۔

اسلام اور کنیزی

آج اسلام پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس نے کنیزی کو رواج دیا حالانکہ درحقیقت ایسا نہیں ہے اسلام نے تو کنیزی کے رواج کو مٹا کے چھوڑا ایسے اصول بنادئے کہ غلام اور کنیزیں برابر غلامی کی کوٹھری سے صحن حریت میں داخل ہوتے رہیں شریعت نے مختلف لغزشوں اور فرودگذاشتوں کے تذراک کا یہی طریقہ مقرر کر دیا کہ اتنے غلام یا اتنی کنیزیں آزاد کر دی جائیں وہ اسلام کے ابتدائی ایام تھے جن میں لڑکیاں کنیزیں بننا کر لائی جاتی تھیں ان کی نمائش ہوتی تھی وہ خریدی جاتی تھیں ہر چیز کی اصلاح بتدریج ہوا کرتی ہے اور ایسی ہی اصلاح منزل کامیابی تک پہنچتی ہے اسلام نے اپنے تمام احکام بیک وقت ہی عوام کے سامنے پیش نہیں کر دیے بلکہ آہستہ آہستہ ذہنیوں کو بدلا رفتہ رفتہ راہ صداقت و حقانیت سے روشناس کیا اسی طرح غلامی اور کنیزی کا استیصال بھی رفتہ رفتہ کیا ان کو خرید کر ازدواجی رشتے میں منسلک کیا ان کے ساتھ حسن سلوک اور فیاضانہ برتاؤ کا حکم دیا وہی تمام رعایتیں ان کو دیں جو عام مخدرات کو حاصل تھیں ذرا اسلام کے رہبر اعظم کے عمل کو آپ ملاحظہ کریں کہ آپ نے کنیزوں کی کیا عزت کی ہے جس وقت حاتم طائی کی لڑکی قید ہو کر بحیثیت کنیز پیش کی گئی تو آپ تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے اور اپنی عباس کے لئے بچھا دیا کیا کہنا اس عزت کا فضاء ایک کنیز ہی تو تھیں جن کو رسول کریم نے اپنی پارہ جگر کا ہاتھ بٹانے کے لئے دیا اور یہ تاکید کر دی کہ ایک دن کا کام تم کرنا اور ایک دن کا کام فضاء کریں اور باری باری دونوں کو برابر آرام ملے کیا حامیان کمیونزم کے یہاں میدان عمل میں ایسا کارنامہ ڈھونڈے مل سکتا ہے اور کیا مارکس اور اسٹیلن کے یہاں ایسا نمونہ عمل ہے اسلام پر اعتراض کرنے والے یہ بتائیں کہ خود مؤسس اسلام کے پاس کس قدر کنیزیں تھیں آپ بیک وقت کتنی کنیزوں سے شادی کرتے تھے صنفی میلان کے متعلق آپ نے یہ درس دیا کہ بھر پور جوانی حسن و جمال کا یہ عالم اور چالیس سالہ بیوہ

سائنس لی ستم سہنے والی عورت کے دن بھی پلٹے اور اسلام نے اس کو اپنے حدود کے اندر اتنا دیا جتنا کسی قانون اور کسی تمدن نے نہیں دیا۔ اس تاریک ماحول میں جس نے صرف قانونی اور عملی حیثیت سے نہیں بلکہ ذہنی حیثیت سے بھی ایک عظیم انقلاب برپا کر دیا وہ اسلام ہے آج حقوق نسواں اور تعلیم نسواں کے جو الفاظ فضائے عالم میں گونج رہے ہیں یہ اسی انقلاب آفریں پیغام کی صدائے بازگشت ہیں جو رسول عربی کے دہن مبارک سے عالم انسانیت تک پہنچا تھا جس نے دماغ انسانی کو جگادیا اور غور و فکر کا رخ ہمیشہ کے لئے بدل دیا۔

وہ کون تھا جس نے بتایا کہ پیش خالق مرد و عورت میں کوئی فرق نہیں دونوں ایک ہی سے انسان ہیں۔ مرد اگر علیٰ جیسا ہو سکتا ہے تو عورت فخر زنان عالم فاطمہ ہو سکتی ہے جنگ احد میں وہ دونوں عورتیں ہی تو تھیں جو ہمراہ نبی زخمیوں کو پانی پلانے اور تیمارداری کرنے آئی تھیں۔ نسبیہ کا حال یہ تھا کہ تلوار کے ٹکڑے سے رسول خدا کی حفاظت کرتی تھی جس کو سرکار نے ایک بھاگنے والے سے سپر بھی دلوا دی تھی وہ خدمت اسلام میں مشغول تھی کہ ایک ملعون نے اس کا تعاقب کیا اس مجاہدہ اسلام نے ایک وار کیا گھوڑے کی ٹانگیں کٹ گئیں وہ بزدل کو دگر بھاگنا چاہتا تھا کہ رسول نے عمارہ بن نسبیہ سے پکار کر کہا کہ تیری ماں کا شکار نکلا جاتا ہے اس نے بڑھ کر ختم کر دیا۔

اسی طرح مسلمہ کذاب نے جب یمن میں حدیقۃ الموت قلعہ بنوایا اور چالیس ہزار فوج جمع کیا خالد بن ولید وہاں پہنچے بارہ ہزار فوج ہمراہ ہے مگر کچھ بنائے نہیں بنتی نسبیہ نے سنا پیش خلیفہ آئی طالب اذن ہوئی انھوں نے فرمایا کہ عورت سے جہاد ساقط ہے مگر وہ اپنے ہونہار فرزند کو لیکر میدان میں پہنچ گئیں دیکھا خالد کے کیے کچھ نہیں ہوتا پکار کر کہا کہ ایک طرف سے تم حملہ کرو دوسری طرف سے میں حملہ کروں آخر حملہ کیا اثناء جنگ میں ایک تیر شکم پر لگا ذرا اس مستقل مزاجی اور اطمینان نفس کو دیکھئے کہ فوراً ماں نے چادر لی اور کس کر شکم باندھ دیا اور پھر حملہ کیا جس کا نتیجہ یہ

ولكن هيئات ان يغلبني هواي، ويقودني جشعي الى
تخيّر الاطعمة، ولعل بالحجاز واليمامة من لا طمع له
في القرص، ولا عهد له بالشبع، اوابيت مبطانا
وحولي بطون غرثي واكباد حري) کہ میں ایک عالی
مقدرت بادشاہ ہوں تو عمدہ کھانے کھاؤں اور لباس فاخرہ پہنوں
مگر یہاں غلبہ حرص و ہوس ناممکن ہے میں لذائذ سے لطف اندوز
ہوں اور کہیں دور دراز کے مقامات پر کسی کونان شہینہ کا بھی آسرا
نہ ہو پیٹ بھر کے روٹی کی بھی امید نہ ہو۔ اس کے بعد وہ
انسانیت کا حقیقی رہنما اور مساوات و مساوات کا معلم کامل ارشاد
فرمایا ہے کہ (اقتنع من نفسی بان یقال
امیر المومنین ولا اشار کھم فی مکارہ الدھر) میں
کیا اتنے پر اکتفا کر لوں کہ مومنوں کا تاجدار کہلاتا ہوں اور تنگی
و سختی میں ان کا شریک حال نہ ہوں۔ ایسی مفید اور کارآمد تعلیم اور
بہت سے لوگوں سے بھی سنی جاتی ہیں مگر دیکھی نہیں جاتیں۔

خطبہ زینبؓ

علامہ محمد آفندی مرحوم

تیرا خطبہ کاروانِ غم کو تھا بانگِ جرس
لرزہ بر اندام تھے سب شام و کوفہ کے دیار
بے تشدد ہوتی ہے تسخیرِ عالم کس طرح
تو نے دنیا کو سکھا دی یہ ادائے کارزار

کے ساتھ شادی یہ فعل آپ کو اس دورِ تجدد میں زیادہ اہم نہیں معلوم
ہوتا جبکہ عورتوں کو ایک بلند مقام حاصل ہے اور اسلام کے علاوہ
دیگر مذاہب بھی بیوہ کو بار نہیں خیال کرتے اور آزاد حکومت میں
ہندو کو ڈبل پاس کرانے کی کوشش ہو رہی ہے لیکن اس دور کو دیکھئے
کہ جب عورت نہایت ذلت و حقارت کی زندگی بسر کر رہی تھی جس
کی مصوری اور اراق ماسبق میں کی جا چکی ہے کہ ان کا اس وقت کا
عمل کس قدر قابل ستائش ہے کیا امیر المومنین علیؓ ابن ابی طالب کا
قبر کے ساتھ جو برتاؤ رہا اس کی مثال مارکس اور اسٹیلن کے فلسفے
میں مل سکتی ہے؟ مزدوروں، کسانوں، غریبوں کے ساتھ یکسانیت
کا دم بھرنا اور ہے اور اپنے رہن سہن کے طریقوں میں ملک کے
ایک غریب ترین انسان کی طرح پوری زندگی گزار دینا اور بات
ہے۔ بظاہر بھنگیوں کی بستی میں قیام کرنا اور درحقیقت شاہانہ عیش و
آسائش کے سامان مہیا ہونا غربا کی ہمدردی نہیں ہے۔

مشکل تو یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات ڈھونڈنے کے لئے لوگ کہاں
جاتے ہیں سرِ بفلک محلوں میں بغداد، غرناطہ، سمرقند کی فلک پیما
عمارتوں میں شاہی ڈیوڑھیوں پر، انہیں مدینے کے کھنڈروں کی
طرف کون متوجہ کرے حقیقی رہنماؤں کی خاموش زندگی کون
دکھائے کون سمجھائے کہ یہ جنس گراں مایہ مسجد کوفہ میں ڈھونڈو
وہاں ایک روحانی فلسفی مساوات و مساوات کا یہ درس دیتا
ہوا ملے گا (لو شئت لاهتدیت الطريق، الی مصطفیٰ
هذا العسل، ولباب هذا القبح، ونسأج هذا القز،

Mohd. Alim

Proprietor

Nukkar Printing & Binding Centre

26-Shareef Manzil, J. M. Road,

Husainabad, Lucknow-3

0522-2253371, 09839713371

e-mail: nukkar.printers@gmail.com

التماس تر حیم

مومنین کرام سے گزارش ہے کہ ایک بار سورہ حمد اور تین بار سورہ توحید کی
تلاوت فرما کر جملہ مومنین مرحومین خصوصاً مرزا محمد اکبر ابن مرزا محمد شفیع و
حسن جہاں بنت باقر علی خاں کے ارواح کو ایصال فرمائیں۔

محمد عالم

نگر پرنٹنگ اینڈ بائڈنگ سینٹر حسین آباد، لکھنؤ

مرثیہ در حال حضرت امام حسین علیہ السلام (بند ۲۲۵)

سنہ تصنیف: ۱۳۲۵ھ

دعبل ہند نواب مولانا سید فرزند حسین ذاکر آجہادی

(۴)

نہاں ہیں صاحبِ گریہ بھی اور خنداں بھی
امید و بیم سے دل خوش بھی ہیں، پشیمیاں بھی
کہ مطمئن بھی نہاں مجھ میں ہیں، پریشاں بھی
عجیب بات ہے آباد بھی ہوں ویراں بھی
مزار ہیں مگر اندوہ گیس نہیں ملتے
بنے ہوئے ہیں مکاں اور مکیں نہیں ملتے

(۵)

تھی اختیار میں جن کے زبان وہ بھی نہیں
حسین جو خلق ہوئے تھے جوان وہ بھی نہیں
بلند جن کے بنے تھے مکان وہ بھی نہیں
بنا تھا جن کے لئے آسمان وہ بھی نہیں
بہار چھوڑ گئی لا کے مجھ میں پھولوں کو
لئے ہوئے ہوں میں آغوش میں رسولوں کو

(۶)

زمانہ تھا جو گذر گاہِ آدم و حوّا
جہاں میں امن کا گوشہ کسی جگہ نہ ملا
نفس نے ختم جو کی زندگانی دنیا
پھرا کے مرکزِ اصلی پہ لائی ذاتِ خدا
--- سے دیدِ روئے پاک ملی
جو لے گئی تھی وہ پھر مجھ میں مشیتِ خاک ملی

(۱)

جہاں میں میں سبق آموزِ عبرتِ دل ہوں
الگ جو سرحدِ دنیا سے ہے وہ محفل ہوں
قضا سے بھی جو نہ آساں ہوئی وہ مشکل ہوں
مسافر آئیں جہاں کھوکھلے جاں وہ منزل ہوں
اندھیرا ایک طرح صبح و شام ہے میرا
ہوں گل چراغِ جہاں وہ مقام ہے میرا

(۲)

کبھی چلا نہ مرے سامنے جہاں کا فریب
مرے اثر سے تڑپتے ہیں صاحبانِ تکلیب
کبھی نصیبِ بلندی ہے اور کبھی ہے نشیب
گھروں کی بنتی ہیں بربادیاں مرے لئے زیب
کبھر کے زلفِ پریشاں سنواری ہے مجھے
عدم کے نام سے دنیا پکارتی ہے مجھے

(۳)

بنایا حق نے مجھے قبلِ حضرتِ آدم
وہ مجھ میں آئیں گے دنیا میں جو رکھیں گے قدم
حیات اگر ہے، تو ہیں دیکھنا اجل کے ستم
نہ رہ سکے گا وہ مجمع جو ہو گیا ہو بہم
ازل سے تا بہ ابد رسم و راہ ہے میری
ہر اک کی نیند ہے اور خواب گاہ ہے میری

(۷)

جب اہل کفر پر آیا عتابِ ربانی
فلک سے مل گئی آبِ زمیں کی طغیانی
بنا تھا نوحؑ کے بیڑے کا ناخدا پانی
تھی زندگی، تو بلا ٹل گئی بہ آسانی
جو حق سے پائی تھی وہ ختم جاہ مجھ میں ہوئی
حیاتِ نوحؑ کی کشتی تباہ مجھ میں ہوئی

(۸)

تھا اپنی آگ پہ نمرود اُس طرف نازاں
ادھر خلیلؑ بلندی سے ہو چکے تھے رواں
گرے تو آگ دکھانے لگی گلوں کا سماں
مگر عجیب ہے رنگِ حیات و موتِ جہاں
نکل کے جسم سے روح رواں کہاں آئی
وہاں کھلے گلِ آتش، یہاں خزاں آئی

(۹)

وہ عشقِ حضرتِ موسیٰؑ وہ قلب کی اُجھن
وہ لن ترانی خالق وہ برقِ جلوہ فگن
مگر وسیع کچھ ایسا ہے موت کا دامن
رہا نہ طور، نہ بجلی، نہ وادیِ ایمن
زمینِ ملکِ عدم اہتمام کرتی ہے
لحدِ کلیمِ خدا سے کلام کرتی ہے

(۱۰)

لئے تھی یوں مہ کنعاں کو دام میں دنیا
نبیؑ کی قدر تھی بازارِ مصر میں کیا کیا
رہے گا ساتھ زلیخا کے قلبِ اہلِ ولا
مگر اجل نے کیا جب جمال کا سودا
لحد تک آتی ہے عبرت تو حشر ہوتا ہے
مزارِ حضرتِ یوسفؑ پہ حسن روتا ہے

(۱۱)

پس فنائے سلیمانؑ وہ منزلت نہ رہی
جنوں کے قلب میں وہ شانِ معرفت نہ رہی
خدا کا حکم پہنچتے ہی خیریت نہ رہی
وہ جاہ اور وہ حکومت وہ سلطنت نہ رہی
ذرا ہنسے تو بہت روئے رنج و غم والے
مزارِ تختِ سلیمانؑ ہے اور عدم والے

(۱۲)

نظر کرو تو مری سمت اے جہاں والو
ہے فکر اپنے مکانوں کی اے مکاں والو
سوئے نشیبِ لحد خم ہو آسماں والو
بہارِ زیست پہ نازاں نہ ہو خزاں والو
نزاکتِ گلِ تر کی خبر کہاں ہوگی
تمہاری قبر کی چادر رواں دواں ہوگی

(۱۳)

جہاں کا جب نہ رہا کوئی مدعا تم سے
قضا نصیب سمجھ کر نہ کی ولا تم سے
کسی نے بھی نہ پسِ دفن کی وفا تم سے
نفس کی طرح زمانہ پلٹ گیا تم سے
فنا کے بعد وہ الفت وہ اتحاد نہیں
تمہاری قبر بھی بھولے ہوؤں کو یاد نہیں

(۱۴)

نہ کام آئے گی دولت نہ مال و زر نہ عیال
اگر حیات ہے باقی تو سب کریں گے خیال
جو تو نے جمع کیا ہے وہ دوسروں کا ہے مال
اندھیری قبر کی راتیں ہیں، تو ہے، اور اعمال
بھروسا جس پہ ہے اُس دوستی کا ٹھیک نہیں
لگا کے قبر میں تختے کوئی شریک نہیں

(۱۵)

کرے گا یاد ہر اک تا بہ اربعیں تجھ کو
نظر کہے گی کہ دیکھا تو ہے کہیں تجھ کو
نہ دوست پائیں گے پہلو میں جب مکیں تجھ کو
کرے گا محو ہر اک کا دل حزیں تجھ کو
سر مزار پلٹ کر نہ آئیں گے برسوں
چراغ اپنے گھروں میں جلانیں گے برسوں

(۱۶)

رہے گی محفل احباب کی نظر جو یا
ہر اک مزار میں جب چھوڑ جائے گا تنہا
مکان تنگ میں ڈھونڈھے گی بے حسی رستا
کہے گی قبر ہوئے سب عزیز و دوست جدا
گلوں کی چادریں تربت نہ جب سنواریں گی
مزار سے تری محتاجیاں پکاریں گی

(۱۷)

فنا کے بعد نہیں تن کا اعتبار کوئی
سوا خزاں کے نہ آئے گی اب بہار کوئی
ضیا نہ دے گا چراغ سر مزار کوئی
نہ بس میں ہاتھ نہ پاؤں پر اختیار کوئی
کرے گی قید اجل صورت رسن تجھ کو
رہے گا قبر میں جکڑے ہوئے کفن تجھ کو

(۱۸)

قضا سے اپنی نہ غافل ہو شکل اہل قبور
عمل وہ کر جو سیاہی بنے تجلی طور
خدا کرے کہ بدل جائیں نیکیوں سے قصور
ادب سے تجھ کو فرشتے اٹھائیں روز نشور
کوئی تو ساتھ پس مرگ وقت بد میں رہے
چراغ ہوں کہ نہ ہوں، روشنی لحد میں رہے

(۱۹)

نفس کی آمد و شد کا نہ اعتبار کرو
جو مجھ تک آئی ہے وہ راہ اختیار کرو
عمل سے جامہ عصیاں کو تار تار کرو
قضا کے وقت معین کا انتظار کرو
سدا عبادتِ خلاق دو جہاں کرنا
نہ اپنی عمر دو روزہ کو رائیگاں کرنا

(۲۰)

فضائے دہر سے آتا ہے سمتِ گنج مزار
وہ تیرگی لحد اور وہ گردِ عقرب و مار
وہ ناتوانی اعضا، زمین کا وہ فشار
وہ بے حسی کی ترقی، وہ کروٹیں دشوار
مکانِ قبر سے باہر نکل نہیں سکتا
خدا کے حکم سے پہلو بدل نہیں سکتا

(۲۱)

کفن نے گود میں اپنی کیا مکیں تجھ کو
نہ اب نصیب ہے دامن، نہ آستین تجھ کو
فشار دے کے لحد نے کیا حزیں تجھ کو
زمین کھا گئی اعضا، خبر نہیں تجھ کو
کھڑے وہ ہیں جنہیں جھک کر سلام کرتا تھا
زباں وہ کیا ہوئی جس سے کلام کرتا تھا

(۲۲)

لحد کا ظلم بھی، دنیا کا انقلاب بھی ہے
بسانِ زلف سیاہی بھی ہے عذاب بھی ہے
زمین گرم بھی دشمن ہے آفتاب بھی ہے
عدو ہوا بھی ہے، تابش بھی ہے، سحاب بھی ہے
جو ہے وہ اپنی عداوت دکھائے دیتا ہے
ترے مزار کو پانی بہائے دیتا ہے

(۲۳)

فنا کے بعد تصدق اُتارتا بھی نہیں
 تڑپ کے قبر کی راتیں گذارتا بھی نہیں
 گل چمن سے لحد کو سنوالتا بھی نہیں
 کسی کو وقتِ مصیبت پکارتا بھی نہیں
 تغیراتِ جہاں سے اثر نہیں تجھ کو
 مزار بیٹھ گیا اور خبر نہیں تجھ کو

(۲۴)

وہاں ہے تو کہ جہاں پر نہ روح ہے نہ قضا
 لحد میں سونپ کے تجھ کو ہوئے عزیز جدا
 نہ اب کوئی ہے حسین اور نہ رات کی ہے فضا
 شبِ وصال و شبِ ماہتاب ہوگئی کیا
 چراغِ کام نہ آئیں گے جھلملائے ہوئے
 اب آج کون تجھے ہے گلے لگائے ہوئے

(۲۵)

کسی کو قبر پہ لائے گا اتفاق اگر
 لحد پہ تجھ کو پکارے گا فاتحہ پڑھ کر
 مزار پر مرے آنے کی کچھ تجھے ہے خبر
 اندھیری رات میں ہوتی ہے کس طرح سے بسر
 لحد کے سامنے جنت کا باغ ہے کہ نہیں
 مزار میں کوئی روشن چراغ ہے کہ نہیں

(۲۶)

نہاں ہے اب بھی کوئی دل کا مدعا کہ نہیں
 کسی نے زیرِ لحد تم سے کی وفا کہ نہیں
 زباں کو نطق کا باقی ہے حوصلا کہ نہیں
 اندھیری رات سے کالا کفن ہوا کہ نہیں
 نصیبِ قبر میں راحت ہے یا مصیبت ہے
 لحد میں صبحِ وطن ہے کہ شامِ غربت ہے

(۲۷)

اگرچہ حضرتِ آدمؑ سے تا بہ خیرِ انام
 ہر اک طرح کے بشر نے کیا زمین میں قیام
 یہ کارواں نہ رکا خلق میں سحر ہو کہ شام
 جہاں میں میری تباہی نے پائی شہرتِ عام
 کبھی فقیر، کبھی خلق سے امیر آئے
 مرے کنار میں طفل و جوان و پیر آئے

(۲۸)

رہا کسی سے تعلق نہ اس قدر باقی
 نہ مجھ میں ہے لب خنداں نہ نوحہ گر باقی
 بشر تو کیا نہیں خاکِ تنِ بشر باقی
 اگر رہے تو بہتر رہے اثر باقی
 زمینِ کرب و بلا وقفِ ظلم و جور ہوئی
 نبیؐ کا گھر جو لٹا میں تباہ اور ہوئی

(۲۹)

ہزاروں قافلے آئے جہاں سے مجھ میں مگر
 پر اس طرح کا کوئی کارواں نہ آیا نظر
 علیؑ کی گود کے پالے ہوئے نبیؐ کے پسر
 جو تھا وہ فاقہ کش و بے دیار و تشنہ جگر
 خدا کا خاص ولی قتلِ فوجِ شر میں ہوا
 مکاں رسولؐ کا برباد دوپہر میں ہوا

(۳۰)

بغیرِ شمع وہ غربت زدوں کی قبر کا حال
 وہ پہلی رات لحد کی ہر اک وہ نیک خصال
 وطن سے چھوٹ کے وہ منتشر رسولؐ کی آل
 وہ بن، وہ تربتیں، راندوں کے وہ کھلے ہوئے بال
 نہ آئی خلق میں پھر ایسی شام اس دن سے
 جہاں میں گورِ غربیاں ہے نام اس دن سے

(۳۱)

سلوک کر گئے کیا خوب دین کے رہن
نخل ہوئے نہ چھری کو پھرا کے بھی دشمن
نہ پائیں رن میں پس ذبح تین دن مدفن
حسینؑ اندھیرے میں ہوں اور میں رہوں روشن

سر مزار بنسے جو وہ دردمند نہیں
چراغِ لاکھ جلیں پر مجھے پسند نہیں

(۳۲)

تھیں دو جہاں میں شبیں صورتِ شبِ دیبجور
کہ ایک دن کی رات اور اک شبِ عاشور
سیاہ ہو گیا وہ بھی جو کچھ تھا چاند میں نور
تھی سر برہنگی عترتِ شبِ جمہور

حرم کے دل پہ ترقی غمِ حسینؑ کی تھی
وہ رات قتلِ شہنشاہِ مشرقینؑ کی تھی

(۳۳)

بہن یہ بھائی سے کہتی تھی اپنا پیٹ کے سر
شہید ہوں گے سحر کو امامؑ جن و بشر
تباہ ہوگا مرے سامنے بھرا ہوا گھر
کہاں پلے ہوئے گودی کے، اور کہاں خنجر

ہر ایک لاش پہ جاں اپنی کھوؤں گی بھائی
میں کیا جوانی اکبرؑ کو روؤں گی بھائی

(۳۴)

بہن نثار ہو پہلو میں ہے یہ کس کا جگر
مصیبتوں پہ تحمل کرے دلِ مضطر
ربابؑ روئیں گی یہ کہہ کے جب بدیدہ تر
اُجاڑ کر مری گودی کدھر گیا اصغرؑ

ہو تم تو قبر میں گردن پہ تیر کھائے ہوئے
تڑپ رہی ہوں میں جھولا گلے لگائے ہوئے

(۳۵)

حسینؑ پر یہی شب تھی جہاں میں حشر کی رات
وہ عزمِ گلشنِ جنت وہ مختصر سی حیات
وہ شوقِ وعدہ طفلی وہ انتظارِ وفات
ہر اک ملال کا ناظر وہ قلبِ نیک صفات

جو غم تھے شاہ کو کب احتمال تھا اُن کا
نہ جن کا حصر ہے اب تک خیال تھا اُن کا

(۳۶)

کبھی یہ دھیان، سحر ہو تو جنگ ہو آغاز
کبھی یہ فکر، خدنگوں میں صبح کی ہو نماز
تصور اس کا کبھی، نزع کے چھپے رہیں راز
کبھی خیال، چھری ہو، گلے ہوں اور جاں باز

بہا کے خوں ہوں لشکرِ ستم نکلے
سرہانے ہم ہوں ہر اک لاش کے جو دم نکلے

(۳۷)

کبھی یہ فکر کہ صبحِ مصیبت آ پہنچی
ہوئی وہ ختم مری عمر، وہ قضا پہنچی
کبھی یہ دھیان، نہ سجادؑ تک دوا پہنچی
کبھی خیال کہ ہر غم کی ابتدا پہنچی

زمین گرم سے تا خیمہ لانی ہیں لاشیں
حسینؑ تم کو بہتر اُٹھانی ہیں لاشیں

(۳۸)

کبھی خیال تڑپتے ہیں پیاس سے اطفال
قضا کسی کو جو آ جائے گی بڑھے گا ملال
کبھی یہ فکر، ہے انبوہِ فوجِ بد افعال
حیات میں نہ مری قید ہو رسولؐ کی آل

بڑھا جو درد دم نزعِ مضحل ہوں گا
بہن کے بال اگر گھل گئے، نخل ہوں گا

(۳۹)

وہ فوجِ ظلم کی کثرت، وہ بن، وہ بے وطنی
وہ پچھلی رات، وہ سیدانیوں کی سینہ زنی
وہ تھے بچوں کی نازک تنی، وہ گل بدنی
وہ میتوں کا تصور، وہ رنجِ بے کفنی
جہاں کی ساری بلاؤں کا قلب منزل تھا
تھے لاکھ طرح کے غم، اک حسین کا دل تھا

(۴۰)

تھے جانگزا یہ تصور جو ختم ہوگئی رات
تھی داستانِ شبِ غم کہ مختصر کوئی بات
ہوئے صبح کے جھونکوں میں آئی شمعِ حیات
اُٹھے سحر کے فریضہ کو شاہِ نیک صفات
خدا کی حمد میں تر ہر زبان ہونے لگی
مصلیوں میں سحر کی اذان ہونے لگی

(۴۱)

پئے نماز چلا گھر سے جب علی کا پسر
تھے منتظر درِ دولت پہ جاں نثار ادھر
ہوا بلند نظر کی طرح جو پردہ در
جھکا ہر اک پئے تسلیم شاہِ جن و بشر
ولا کے جوش میں جرّار آگے بڑھنے لگے
خدا کا نور جو دیکھا، درود پڑھنے لگے

(۴۲)

لے آئے گھیرے ہوئے سب امام دیں کو وہاں
بچھی تھی آنکھوں کے مانند جا نماز جہاں
ہوئی شروع اقامت جو بعد ختم ازاں
نماز کے لئے اُٹھا رسول کا دل و جاں
مصلیوں میں اقامت ادھر تمام ہوئی
رجوع دل سے ادھر نیتِ امام ہوئی

(۴۳)

ہوئی شروع ادھر نیتِ امام زماں
ہوا مخاطب ادھر ایک ایک پیر و جواں
کبھی جھکا، کبھی اُٹھا ہر اک رفیع مکاں
زبانِ خشک پہ تھی حمدِ خالقِ دو جہاں
بلند ہو گئے پستی سے آسماں ہو کے
خدا سے لے لیا کوثر کو تر زباں ہو کے

(۴۴)

جو قلبِ عرش ہلائے وہ درد کی آواز
سنا خدا نے جسے لُحْن میں وہ سوز و گداز
جو سینے تانے رہیں ناوکوں میں وہ جانباز
پڑھی جو چھاؤں میں تیروں کے آخری وہ نماز
ادھر نبرد پہ آمادہ اہلِ شام ہوئے
نماز صبح کے سجدے ادھر تمام ہوئے

(۴۵)

وفا کو بے ادبانہ بڑھی جو فوجِ جفا
بہادروں کو خدنگوں نے بے محل ٹوکا
سنی نماز میں هلّ مِیْ مِیْ مِیْ کی صدا
کیا ہر اک نے بہ تعجیل شکر کا سجدہ
رکی زبان، عبادت کے ذائقے چکھ کے
حسامیں کھینچ لیں تسبیحِ فاطمہ رکھ کے

(۴۶)

لگا کے آنکھوں سے دستِ مبارکِ شہِ دیں
یہ عرض کی بادب اے امام عرش نشیں
اب اُٹھ سکے گا کسی سے نہ ظلم لشکرِ کیں
حضور کیا یہی اسلام و دیں کے ہیں آئیں
ستم کی گودیوں میں تیر آ کے لیں ہم کو
نہ خود نماز پڑھیں اور نہ پڑھنے دیں ہم کو

(۴۷)

یہ سن کے کہنے لگے ناصروں سے شاہِ ام
سوار ہو کے چلو جانبِ سپاہِ ستم
حدودِ حکمِ خدا سے ابھی بڑھیں نہ قدم
محلِ جنگ جب آئے تو ہو ہر اک برہم
وغا کو رن سے دمِ انتقام ہو تو بڑھو
سپاہِ شام سے حجت تمام ہو تو بڑھو

(۴۸)

یہ کہہ کے سرورِ دیں نے بڑھا دیا گھوڑا
چلے ادب سے یمین و یسار اہلِ وفا
پکارے شاہِ پہنچ کر قریبِ فوجِ جفا
بس اک میں ہی ہوں تمہارے رسول کا بیٹا
بیاں سنو تو کوئی وقتِ آرزو میرا
بہایا جائے گا کس جرم پر لہو میرا

(۴۹)

نہ شاہ تھا نہ کسی شہر کا امیر تھا میں
بلا کے پھیلے ہوئے دام میں اسیر تھا میں
کئے تھا ترک جو دنیا کو وہ فقیر تھا میں
لحدِ گواہ ہے نانا کی گوشہ گیر تھا میں
مسافروں سے ہر اک بات پر بگڑتے ہو
نبی کے لال کو مہماں بلا کے لڑتے ہو

(۵۰)

فلک ستائے ہوؤں سے وغا نہیں کرتے
کہ صاحبانِ مروت وغا نہیں کرتے
تم اپنے عہد پہ یہ کیوں وفا نہیں کرتے
بلاتے ہیں جسے اُس پر جفا نہیں کرتے
اُسے نہ ذبح کرو جو گناہگار نہیں
سمجھ تو لو کسی مذہب کا یہ شعار نہیں

(۵۱)

ابھی ہوا تھا بیانِ امام دیں نہ تمام
پئے نبرد بڑھا اپنی حد سے لشکرِ شام
زبان تیروں کی دینے لگی وغا کا پیام
خدا کی فوج میں کھینچی ہر اک جری نے حسام
بتایا پڑ کے ہر اک تیغ نے امنگوں کو
سپاہِ ظلم میں پلٹا دیا خدنگوں کو

(۵۲)

عیاں یہ کارِ نمایاں جو کر چکے غازی
سپہ سے کہنے لگے چھیڑ چھیڑ کر تازی
نہاں نہ کر سکے ناوک ہر اک کی غمازی
امامِ عصر سے اللہ یہ دغا بازی
نصیحتیں نہ کسی قلب کو پسند ہوئیں
کمانیں فوج میں کڑکیں زبانیں بند ہوئیں

(۵۳)

خطا و جرم سپہ پر کسی کو تاب نہیں
اُلٹ نہ دے جو زمانے کو وہ عتاب نہیں
حسین کیا جگر و جان بو تراب نہیں
خدا کی شان کہ شہ قابلِ جواب نہیں
زبانِ پاکِ پیہر کا ہر اثر بھولے
پس رسولِ شریعت کو اس قدر بھولے

(۵۴)

یہ کہہ چکے جو سپہ سے وہ صاحبِ ہمت
امامِ وقت سے کی عرض اے فلکِ رفعت
بسانِ مہر کریں برجِ خیمہ میں رجعت
کہ تا ہر ایک کرے اذنِ جنگ میں سبقت
حضورِ رحم و ترحم کا اب مقام نہیں
جہاں میں ہم نہیں یا ساکنانِ شام نہیں

(۵۵)

پلٹ کے آگئے ڈیوڑھی پہ جب امامِ زماں
جنابِ حرّ کو ملی شہ سے رخصتِ میداں
پسر کو عبد کو بھائی کو لے چلا وہ جواں
حسامیں کھینچ گئیں محشر ہوا سپہ میں عیاں
قضا سے فیصلے افواج پر جفا کے ہوئے
شہید خود بھی ہزاروں کا خوں بہا کے ہوئے

(۵۶)

پھر ان کے بعد ہوا ایک ایک عازمِ جنگ
وہ فوجِ شام پہ حملے وہ غازیوں کی امنگ
سپاہِ کیں میں وہ ہلچلِ ہراک وہ زیست سے تنگ
زمینِ دشت لہو سے وہ فرخوں گل رنگ
بتا رہے تھے لڑائی کی انتہا لاشے
پڑے ہوئے تھے زمیں پر ہزار ہا لاشے

(۵۷)

لڑا کئے یوں ہی غازی سپہ سے تا بہ زوال
وہ تین روز کی تشنہ دہانی اور وہ جدال
زبان و حلق کے کانٹوں سے غیر ہو گیا حال
بڑھا جو ضعف تمنائیں ہو گئیں پامال
نثارِ سرورِ بیکس، عزیز و غیر ہوئے
وفائیں ختم ہوئیں خاتمے بخیر ہوئے

(۵۸)

تھے جانگزا اثرِ واقعاتِ سرورِ دیں
ہوئے تھے قتل جو آغوشِ آرزو کے مکیں
نصیبِ سرورِ مظلوم تھا نہ چین کہیں
تڑپ رہے تھے ہراک لاش کے سرِ بالیں
بسی ہوئیں تھیں نظر میں عبادتیں شب کی
حسینِ بیچ میں تھے گردِ میتیں سب کی

(۵۸)

شہیدِ ظلم ہر اک کو جو پا رہے تھے حسینؑ
ملالِ اکبرؑ و عباسؑ کھا رہے تھے حسینؑ
ہر ایک لاش کا شانہ ہلا رہے تھے حسینؑ
یہ کہہ کے اہلِ وفا کو جگا رہے تھے حسینؑ
تسلیٰ دلِ پُرِ اضطرابِ دو کوئی
پکارتے ہیں تمہیں ہم، جوابِ دو کوئی

(۵۹)

کبھی یہ کہتے تھے قاسمؑ، کدھر گئے بیٹا
اکیلا فوجِ ستم میں گھرا ہوا ہے چچا
کبھی یہ دیتے تھے عباسؑ با وفا کو صدا
شہید ہو گئے اکبرؑ خبر بھی ہے بھیا
کفن کی فکر کہاں ظلم کا اسیر کہاں
جواں کی لاش کہاں اور مجھ سا پیر کہاں

(۶۰)

کبھی یہ تھی علی اصغرؑ کی قبر پر فریاد
خدنگ کھا کے کیا ماں کی گود کو برباد
کہاں سے ڈھونڈھ کے لائے تمہیں دلِ ناشاد
تمہارے ساتھ چھپی خاک میں دلوں کی مراد
مٹی ہے گھنٹیوں چلنے کی آرزو بیٹا
کہاں تم اور کہاں ناوکِ گلو بیٹا

(۶۱)

یہ کہہ کے قبر سے اُٹھے بہ جبر سرورِ دیں
پدرِ نثار ہو اتنی بھی مہلت آج نہیں
کہ تم کو بیٹھ کے کچھ دیر روئے قلبِ حزیں
پئے نبرد بڑھ آیا ہے اور لشکرِ کیں
یہ میرے سر کے لئے اژدہام ہے بیٹا
اکیلا باپ ہے اور فوجِ شام ہے بیٹا

(۶۲)

یہ کہہ کے تا درِ خیمہ پہنچ گئے سرو
صدا حرم کو یہ دی تھم کے با دل مضطر
شہید تیر ستم رن میں ہو گئے اصغر
وفا طلب ہے مسافر سے شام کا لشکر
بہن اجازت میداں کو دے کے کھوئیں ہمیں
حرم رسول کے اصغر کے ساتھ روئیں ہمیں

(۶۳)

کوئی رباب کو یہ دے حسین کا پیغام
سوالِ آب پہ بچہ ہوا تڑپ کے تمام
نخل ہے تم سے یہ مظلوم و نیکس و ناکام
لحد میں چھوڑ کے آیا ہوں قلب کا آرام
دکھائیں شکل وہ کیا ہیں جو رنج پائے ہوئے
جو اب ملیں گے تو محشر میں سر کٹائے ہوئے

(۶۴)

بہن تک آئی جو بھائی کی یہ صدائے حزیں
پکاریں تا بہ در آکر یہ زینب غمگین
کہاں کا عزم ہے یہ اے امام عرش نشین
ملیں گے کیا نہ حرم میں کسی سے سرو دیں
نہاں ہے وہ بھی جو حسرت ہے ظاہری بھائی
نصیب ہوگا نہ دیدارِ آخری بھائی

(۶۵)

حرم میں آئیے اللہ اے امام ام
کسی کے دل سے اٹھیں گے نہ یہ فراق کے غم
چلی ہے لے کے قضا شہ کو زیر تیغ ستم
ہوئی ہیں دید کی گھڑیاں یہ قسمتوں سے بہم
بہشت ہوگا شہیدوں کی انجمن ہوگی
حسین ہوں گے کہیں اور کہیں بہن ہوگی

(۶۷)

یہ جب امام نے ہمیشہ کا سنا نالہ
حرم سرا میں بہ جبر آئے شاہ ہر دو سرا
عجیب حال سے زینب نے بھائی کو دیکھا
ہے خونِ اصغر معصوم سے نہاں چہرا
پسر کے غم سے ہیں آنکھوں میں اشک آئے ہوئے
ہے شانہ تیر سہ شعبہ کا زخم کھائے ہوئے

(۶۸)

نظر رباب کی چہرے پہ پڑ گئی جس دم
یہ رو کے شاہ سے کہنے لگی وہ کشتہ غم
امام، حال کہیں یا نہیں، سمجھ گئے ہم
ہوئے ہیں دشت میں اصغر شہید تیر ستم
نہ بے خودی ہے نہ مجھ کو جنون ہے مولاً
ارے یہ سب مرے بچہ کا خون ہے مولاً

(۶۹)

کہا رباب سے شہ نے نہ تم نے یہ پوچھا
ہوئے شہید جب اصغر تو تم پہ بن گئی کیا
خلش وہ تیر کی، بچہ کی وہ تڑپ، وہ قضا
وہ میرے ہاتھ میں لغزش ڈھلا ہوا وہ گلا
تپاں تھے گود میں اصغر سنبھالتا کہ نہیں
گلے سے تیر سہ شعبہ نکالتا کہ نہیں

(۷۰)

تھا تازہ غم جو پسر کا تو تھے نہ ہوش بجا
تمام جسم میں دل کی تڑپ سے تھا رعشہ
کسے مدد کو بلاتا کہاں تھے اہل وفا
کہ دفن کرنا تھا اصغر کو رن میں بعد قضا
زمین میں سوئپ دیا تیر کو جدا کر کے
پسر کی قبر بنائی خدا خدا کر کے

(۷۱)

لرز اٹھا مرا دل دیکھ کر لحد کا کنار
وہ خوں بھرا ہوا چہرا وہ آخری دیدار
چھپے جو آنکھ سے اصغرؑ ہوا جو بند مزار
ذرا بھی کر نہ سکا صبر مجھ سا سینہ فگار
ربابؑ رو کے نکالے ہیں ولولے دل کے
نہ مجھ میں ہوش رہا قبر سے گلے مل کے

(۷۲)

اٹھے ربابؑ سے فرما کے یہ جو سروؑ دیں
پکارنے لگیں رو کر یہ زینبؑ غمگیں
کہوں میں یا نہ کہوں واقعاتِ قلبِ حزیں
بہن سے کیا نہ ملیں گے امامِ عرش نشیں
بتائیے تو یہ کیا دل کا حال ہے بھائی
بہن سے کیا کوئی تازہ ملال ہے بھائی

(۷۳)

یہ مڑ کے کہنے لگے سروؑ بشیر و نذیر
خفا میں تم سے ہوں یہ کہہ رہی ہو کیا ہمیشہ
جو تم نہ کہتیں نہ آتا مکان میں شبیرؑ
سبب یہ ہے جو گوارا نہیں ہے اب تاخیر
ملالِ وادیؑ غربت میں شاق ہے سب کا
ہے اک حسینؑ کا دل اور فراق ہے سب کا

(۷۴)

علیٰ الخصوص جب آتا ہوں خیمہ کے اندر
تو یاد آتے ہیں عباسؑ و قاسمؑ و اکبرؑ
ہر اک مقام کو اٹھ اٹھ کے دیکھتی ہے نظر
دکھائی دیتے ہیں خالی پڑے ہوئے بستر
تپاں ہے قلب تو جو یا نگاہ ہے سب کی
سحر سے اُجڑی ہوئی خواب گاہ ہے سب کی

(۷۵)

ابھی ابھی علیٰ اصغرؑ سے تھا مکاں آباد
شہید ہو کے ہر اک دل کو یہ بھی دے گئے یاد
تباہ ہے مری نظروں میں عالمِ ایجاد
یہ دیکھ دیکھ کے بیتاب ہے دلِ ناشاد
کلیجہ ماتمِ اصغرؑ سے پارا پارا ہے
وہ سامنے مرے بچے کا گاہوارا ہے

(۷۶)

جہاں میں ہے پسِ اصغرؑ ربابؑ ہی کا جگر
کریں گی صبر، بڑھے گا اگر فراقِ پسر
تباہ پائیں گی غربت میں اٹھتے بیٹھتے گھر
پڑے گی جھولے پہ اصغرؑ کے بار بار نظر
تپاں نہ ہوں گے گودی کے پالنے والے
سنجھال لیں گے کلیجہ سنبھالنے والے

(۷۷)

اٹھے گا بھائی سے لیکن نہ اے بہن یہ فراق
گلا حسینؑ کا ہے تیغِ شمر کا مشتاق
بلا رہے ہیں پئے جنگ ساکنانِ عراق
جدائی علیٰ اصغرؑ ہے میرے قلب پہ شاق
یہ طے فراق نہ دنیائے زشت میں ہوگا
تپاں مرے لئے اصغرؑ بہشت میں ہوگا

(۷۸)

یہ سن کے شاہ سے کہنے لگیں ربابؑ حزیں
عجیب طرح کی تقریر کر چلے شہؑ دیں
امامؑ کو تو غمِ لختِ دل میں تاب نہیں
کرے گی ماتمِ اصغرؑ میں صبر یہ غمگیں
وہ دل کہاں سے میں لاؤں جو غم اٹھائے گا
ارے مجھے مرا اصغرؑ نہ یاد آئے گا

(۷۹)

کہا امامؑ نے کہتا ہوں جو وہ ہوگا یوہیں
 تحمل ان کو خدا دے گا جن کی موت نہیں
 نہیں ہے صبر مجھے اس سے، ہے اجل جو قریں
 تڑپ رہا ہے کلیجہ برائے خلدِ بریں
 نہیں پسند زمانے کا انقلاب مجھے
 پسر کے ساتھ ابھی رووگی ربابؑ مجھے

(۸۰)

یہ کہہ کے شاہؑ نے زینبؑ سے پھر کیا ارشاد
 جو غش سے بعد مرے ہوشیار ہوں سجاؤ
 مرا پیام یہ دینا کہ اے خجستہ نہاد
 بس اب سپرد تمہارے ہے خانہٴ برباد
 کسی شہیدِ ستم کا پیام کہہ دینا
 وطن میں اہل وطن سے سلام کہہ دینا

(۸۱)

یہ کہہ کے جانبِ درشاہِ خاص و عام چلے
 حرمِ رسولؐ کے روتے ہوئے تمام چلے
 مکان سے جو پئے جنگِ فوجِ شام چلے
 پکارنے لگیں سیدانیاں امامؑ چلے
 مسافرت ہے یہ بن ہے ملال ہیں غم ہیں
 کئی یتیم ہیں فوجیں ہیں قید ہے ہم ہیں

(۸۲)

حرمِ سرا سے جو باہر امامؑ دیں آئے
 حضورِ اسؑ فلکِ سیر کے قریں آئے
 نظرِ عزیز نہ احباب جب کہیں آئے
 بہن نے تھامی رکاب آپ تا بہ زیں آئے
 تمام آہ و غم و درد کا فسانہ ہوا
 کوئی سپہ کوئی سمتِ مکاں روانہ ہوا

(۸۳)

کھنچی لجام بڑھا رن کو اسؑ صاعقہ دم
 تھمے ہوئے تھے جو کچھ دیر سے اُٹھے وہ قدم
 وہ پھیلنے لگے ذرے جو تھے زمیں پہ بہم
 چلا غبار ہوا ہو کے سمتِ دشتِ ستم
 قدم میں تھا جو تغیر وہ آفتاب میں تھا
 زمانہ چادرِ خاکی کے انقلاب میں تھا

(۸۴)

رواگی کا ملا حکم راہوار چلا
 کھنک ہوئی وہ ہراکِ ظرفِ نعل میں پیدا
 وہ پھیلتی ہوئی نکلی حدِ قدم سے صدا
 چلی پہن کے لباسِ پیسیری کو ہوا
 صدا قدم سے جو نکلی وہ کان تک آئی
 زمیں کا ذکر ہے کیا آسمان تک آئی

(۸۵)

پکارتی ہوئی جاتی تھی بادِ تند نفس
 یہ تنگ نائے زمانہ ہے ہر قدم کو قفس
 خیالِ سیرِ جناں میں نہیں جہاں کی ہوس
 پہنچ گیا رہِ یثرب سے تا عراقِ فرس
 نہیں یہ اور کسی دل لول کا گھوڑا
 رواروی میں ہے سبطِ رسولؐ کا گھوڑا

(۸۶)

حنین و خیبر و صفین و نہرواں میں چلا
 سموں کے پھول کھلائے اگر خزاں میں چلا
 سبک وہ ہے جو ہواؤں کے کارواں میں چلا
 فلک کا دور بدلتا ہوا جہاں میں چلا
 انہیں نظر سے گرایا، تھیں تیزیاں جن کی
 ہر ایک گام پہ گھڑیاں بدل گئیں دن کی

(۸۷)

یہ ڈالتا ہے قدم انقلاب سے پہلے
سحر کو رن میں چلا آفتاب سے پہلے
تڑپ کی فکر ہوئی اضطراب سے پہلے
جہاں میں حسن لے آیا شباب سے پہلے
پھری نہ برق اگر جلوہ گاہ میں آئی
لڑکپنے ہی سے شوخی نگاہ میں آئی

(۸۸)

قدم وہ ہو گیا آزاد جو قیود میں تھا
کہ نازِ تیز روی حسن کی نمود میں تھا
سمندِ صاعقہ کردار ہست و بود میں تھا
کبھی نہ تھا تو کبھی عالم وجود میں تھا
کھٹک کبھی دل امیدوار میں آئی
جھلک کبھی نگہ انتظار میں آئی

(۸۹)

چلا تو ذرّہ ریگ رواں بدل کے چلا
مسافروں سے ہر اک کا رواں بدل کے چلا
اُٹھا بٹھا کے غبار جہاں بدل کے چلا
زمین بدل کے چلا آسماں بدل کے چلا
قدم سے دورِ فلک اختیار تک پہنچا
وہ گرم رو تھا جو نصف النہار تک پہنچا

(۹۰)

بیاں کرے کوئی کیا اُس سمند کے اوصاف
رواگی جسے کہتی ہو جانِ دشت مصاف
قسم سمند کی لے لو نہیں یہ لاف و گزاف
نبی کو بھی نہ ملا پھر فرس، قصور معاف
تھا منفرد نگہ اختصاص میں گھوڑا
نہ اور تھا کوئی اصطبل خاص میں گھوڑا

(۹۱)

حسین وہ ہے کہ ملک شیفہ رہے جس پر
نزولِ وحی میں تھا وقتِ خندق و خیبر
ملک سے بھی یہ اشارے رہا کئے اکثر
رکاب تھامیئے وقت سواری حیدر
اب آج حاصلِ خدمت کو کس طرف سمجھوں
میں آپ کا کہ میں اپنا اسے شرف سمجھوں

(۹۲)

وہ تیز گام کہ جس کا جہاں میں ہے شہرا
سبک روی سمندِ بشر کا ذکر ہے کیا
وغائے بدر میں اہلِ فلک کے ساتھ چلا
دمِ نبرد نہ پیچھے کسی ملک کے رہا
رواگی کو فرشتے ہیں آزمائے ہوئے
ہوئے شہرِ روح الامیں ہے کھائے ہوئے

(۹۳)

صدایہ تھی کہ سبک گام و خوش رکاب ہوں میں
پلٹ پلٹ کے جو آئے وہ انقلاب ہوں میں
جہاں میں عہد رسالت سے لا جواب ہوں میں
نہ یہ سمجھنا کہ کھوئے ہوئے شباب ہوں میں
وہی جمال، وہی نحو، وہی روانی ہے
نقابِ شیب کو ڈالے ہوئے جوانی ہے

(۹۴)

نبی کے در کی لڑکپن سے خاک چھانی ہے
نہیں ہوں پیر، قدامت کی یہ نشانی ہے
نہ یہ سمجھنا بڑھاپا ہے، ناتوانی ہے
لہو کی طرح رگوں میں نہاں جوانی ہے
جہاں کی گردشیں اپنی ہیں انقلاب اپنا
چلا جو بڑھ کے تو پلٹا لیا شباب اپنا

(۹۵)

ہے مجھ سا کون جہاں میں سمندر سروں دیں
شرف سنو تو مرا اے گروہ لشکر کیں
بسانِ طور بنا کن تجلیوں سے یہ زیں
تھی ایک برق یہ جس کی شعاعیں پھیل گئیں
اثر چمک کا کلیم خدا اٹھا نہ سکے
بہم تھیں پانچ ضیائیں جو تاب لا نہ سکے

(۹۶)

ضیائیں آئیں وہ جب جامہ بشر میں نظر
ہر اک کی شکل پہ نازاں تھا خالق اکبر
امام وقت کوئی تھا کوئی تھا پیغمبر
تھی اُس میں ایک تجلی رسول کی دختر
شرف ہوئے مرے قلبِ ملول کے پیدا
ہوئے اُسی سے نواسے رسول کے پیدا

(۹۷)

ملا یہ ہے مری مخدومہ جہاں کو وقار
پدر رسول ہیں شوہر ہیں حیدر کرار
دیئے کریم نے بحرین سے دُرِ شہوار
وہ بطن پاک، امامت کا جس پہ دار و مدار
جہاں میں تھے جو علی و بتول کے بیٹے
یہ انتہا ہے وہی ہیں رسول کے بیٹے

(۹۸)

لے آیا جب درِ دولت پہ مدعا مجھ کو
ہے یاد بچوں کے بچپن کا واقعہ مجھ کو
کیا رسول کی بیٹی نے یوں عطا مجھ کو
ابھی جو گود میں تھے ان کو دے دیا مجھ کو
مجھے نبی و علی کے جو ورثہ دار ملے
خدا کی شان وہ بچپن سے شہسوار ملے

(۹۹)

قریب زیں جو ید اللہ کے پسر آئے
مکاں سے ساتھ لئے سید البشر آئے
خدا کے عرش کے تارے مجھے نظر آئے
فلک جو مرکزِ ضو تھا تو زین پر آئے
بتائے جاتے وہ کیا، تھے جو اوج پائے ہوئے
جبینِ حضرت آدم کے تھے سکھائے ہوئے

(۱۰۰)

شرف بتاؤں وہ کیا کیا کہ جو ہوئے ہیں حصول
کہاں یہ زین مرا اور کہاں خدا کا رسول
طلب وہ روز کی تا جلوہ گاہِ خاص بتول
وہ میرا زین وہ احمد وہ لطف حق کا نزول
ہمیشہ قوتِ دل آزمائے رہتا تھا
میں روز بارِ نبوت اٹھائے رہتا تھا

(۱۰۱)

حبیب حق کا نہ کیوں اسپ خاص کہلاؤں
کوئی سوار ہوا ہو نبی تو شرم کروں
خبر میں ختم رسالت کی کس طرح سے نہ دوں
یہ وہ شرف ہے کہ میں خود ہی جس پہ نازاں ہوں
نہ مجھ سا فدیہ بابِ بتول ہوگا کوئی
نہ اب نبی نہ سمندر رسول ہوگا کوئی

(۱۰۲)

جہاں میں ختم مرا سلسلہ یہیں ہوتا
اگر علی سا نہ احمد کا جانشین ہوتا
شرف جو اور رسولوں سے کم کہیں ہوتا
تو پھر نہ میری سواری نہ میرا زیں ہوتا
فرس تو ہوں مگر افعی آستینی ہوں
خدا کی سمت سے معیارِ جانشینی ہوں

(۱۰۳)

نبیؐ کے بعد وحی نبیؐ کو ہاتھ آیا
مجال تھی جو کوئی دیکھتا مرا سایا
وہ دھوکا تھا کہ جو عم رسولؐ نے کھایا
خدا کے حکم سے زوج بتولؑ نے پایا
لجام عام نہیں زمین شیخ و شاب نہیں
میں وہ سمند نہیں اور یہ وہ رکاب نہیں

(۱۰۴)

ملا اُسی کو جو مخصوص ورثہ دار ہوا
لسانِ کعبہ مرے زین کو افتخار ہوا
ہر ایک بت نئے سر سے ذلیل و خوار ہوا
سوارِ دوشِ رسولؐ خدا سوار ہوا
قوی تھا دل مرا زوج بتولؑ کی صورت
لئے تھا بارِ امامت رسولؐ کی صورت

(۱۰۵)

یہ ابتدائے اُحد سے شرف ملا مجھ کو
نبیؐ نے سامنے اپنے عطا کیا مجھ کو
پسندِ دل ہوئی میدان کی ہوا مجھ کو
دلیر اور علیؑ نے بنا دیا مجھ کو
کسی جبری کی شجاعت کو مانتا ہی نہیں
قدم کا پیچھے سرکنا میں جانتا ہی نہیں

(۱۰۶)

ہوئی اُحد میں سپہ کی جو ابتری، بھاگے
سنی نہ اک نے صدائے پیگیری بھاگے
علیؑ سے جن کو تھا دعوائے ہمسری بھاگے
میں اک قدم نہ ہٹا ہاں مگر جبری بھاگے
بیانِ واقعہ سے کم نہ منزلت ہوگی
وغا سے منہ کے چھپانے کی مصلحت ہوگی

(۱۰۷)

جہاں گیا نہیں میں، تھے وہ کون سے غزوات
چلی ہے تیغ علیؑ کافروں پہ دن ہو کہ رات
رہا کی جنگ میں اکثر امیدِ قطعِ حیات
مٹی خدا کے تفضل سے پر نبیؐ کی نہ بات
علیؑ نے عمر و ساء، عتبہ ساء، نوجواں مارا
ہلی زمین جو مرحب سا پہلواں مارا

(۱۰۸)

بہت یہ عمر ہوئی خدمتِ علیؑ میں بسر
شہید، مسجدِ کوفہ میں جب ہوئے حیدر
حسنؑ کو حق سے امامت ملی جو بعدِ پدر
میں جس نگاہ کا مشتاق تھا پڑی وہ نظر
تھا کم سنی میں جو ماہر وہ شہسوار ملا
امامؑ ہو کے پیمبرؑ کا یادگار ملا

(۱۰۹)

نہ تیز اپنا سا پایا کوئی فرس میں نے
وغا کی پھر پسِ حیدرؑ نہ کی ہوس میں نے
رکھے ہیں دائرۂ حکم میں نفس میں نے
حسنؑ کے پاس گزارے ہیں دس برس میں نے
جہاں میں دورِ شہِ مشرقین کا آیا
قدم رکاب میں میری حسینؑ کا آیا

(۱۱۰)

وہ سلسلہ تھا کہ شہرہ مرا حجاز میں تھا
یہ اتصال مرا مدتِ دراز میں تھا
شرفِ حسینؑ و علیؑ کا عجیب راز میں تھا
بلند کعبہ میں کوئی، کوئی نماز میں تھا
وہی قدم وہی رتبہ وہی وقار ملا
نبیؐ کے دوش کا بیٹھا ہوا سوار ملا

(۱۱۱)

یہ فکر رکھتے ہیں سلطانِ خاص و عام مری
بڑھاتے جاتے ہیں تو قیرِ صبح و شام مری
نظر میں رہتی ہے عزتِ دمِ خرام مری
کہاں یہ ہاتھ، کہاں میں، کہاں لجام میری
پسر کا باپ اسی مرتبہ میں ساتھ نہیں
نبیؐ کی زلف جو تھامے رہیں وہ ہاتھ نہیں

(۱۱۲)

علیؑ کی تیغ یہ کاٹھی میں دے رہی تھی صدا
یہ فخر اور یہ مباہات واہ کیا کہنا
ہر اک و غا میں تمہیں تم تھے دوسرا تو نہ تھا
ابھی ہوں میان میں کیا دوں تمہیں جواب اس کا

احد کا ذکر ہے بھولے ہوئے ہو ساتھ مرا
قدم علیؑ کے تمہارے تھے اور ہاتھ مرا

(۱۱۳)

ہے مجھ میں تم میں عیاں فرق آسمان و زمیں
زیادہ ہاتھ سے عزت کسی قدم کو نہیں
کیا یہ تم نے کہ لے آئے سمتِ لشکرِ کیں
ہوئے دو چار دلیروں سے وقتِ جنگ مھیں
نہ اُس کا ذکر کیا جس نے ہر جواں مارا
یہ کس نے عمر و سا مرحب سا پہلواں مارا

(۱۱۴)

مری برش مری تیزی زیادہ ہے کہ نہیں
یہ دم بُرا پئے اہلِ عناد ہے کہ نہیں
جسے میں کہتی ہوں وہ اتحاد ہے کہ نہیں
کہیں کا معرکہ جنگ یاد ہے کہ نہیں
قوی اگر کوئی ہوتا تھا قتل، جھومتی تھی
رکاب پاؤں علیؑ کے، میں ہاتھ چومتی تھی

(۱۱۵)

ابھی شباب پہ تھا ذکرِ تیغِ صاعقہ زا
جو متصل صفِ لشکر کے آ گیا گھوڑا
قدم وہ رک گئے، تھا جن سے انتشارِ ہوا
یہ کہہ کے فوج سے ہٹ کر غبار بیٹھ گیا
بشر کا ذکر تو کیا ہے جنوں کی خیر نہیں
وغا علیؑ کے جگر بند کی ہے سیر نہیں

(۱۱۶)

فرس تھا تو کھلے واقعاتِ دشتِ نبرد
پڑی نگاہ سپہ، ہٹ گیا جو پردہ گرد
امید و بیم کی تصویریں بن گئے رخِ زرد
گرائے دیتے تھے رہوار سے بڑھے ہوئے درد

سپہ سے خوف نے کیا خوب انتقام لیا
فرس نہ سنبھلا اگر دل کسی نے تھام لیا

(۱۱۷)

سمندرِ خاص کو کچھ دیر روک کر شہِ دیں
صدا یہ دینے لگے اے گروہِ لشکرِ کیں
میں ہی ہوں مالک و مختارِ آسمان و زمیں
جو چاہوں میں تو پلٹ جائے دورِ چرخِ بریں
اگرچہ ہوں میں علیؑ و بتولؑ کا بیٹا
مگر خدا نے کیا ہے رسولؑ کا بیٹا

(۱۱۸)

جہاں میں کلمہ اَبْنَاکُنَا ہے اس کا گواہ
علیؑ کے لَحْتِ جگر ہیں نبیؐ کے نورِ نگاہ
خدا کی دی ہوئی مٹی نہیں ہے عزت و جاہ
زمین پہ بیٹھ کے بھی ہم وہی ہیں عرشِ پناہ
مکانِ حق کو بھی رتبے مکین سے پہنچے
جبابِ قدرتِ حق تک زمین سے پہنچے

(۱۱۹)

رسولِ حق کے ہوں اوصاف کس قلم سے رقم
 براق تا بہ زمیں آیا بہرِ دیدِ قدم
 طلب کیا گیا جب عرش پر وہ عرشِ حشم
 چلا رکاب کو تھامے ہوئے خدا کا کرم
 لجامِ اشہبِ گردوں نورد ہاتھ میں تھی
 یہ حدِ شوق کہ رحمت خدا کی ساتھ میں تھی

(۱۲۰)

بڑھے ہوئے تھے یہ الفت کے دونوں سمت اثر
 جو کم سے کم تھا وہ زائد تھا طولِ راہ گذر
 ادھر یہ شوق کہیں ختم ہو نبی کا سفر
 ادھر یہ فکر ہو موسیٰ سے بڑھ کے تابِ نظر
 کوئی تو سمجھا ہوا نورِ حق نگاہ میں ہو
 کہیں علی کی تجلی نہ جلوہ گاہ میں ہو

(۱۲۱)

وہ انتظامِ سواری وہ راستے کی فضا
 وہ اُلٹے پاؤں پلٹتی ہوئی زمیں کی ہوا
 کشش کئے ہوئے وہ نجمِ آسمان کی ضیا
 وہ جبریل کی پھیلی ہوئی پروں کی صدا
 بڑھائے دیتا تھا حد سے فراق کا چلنا
 ہوائے پر سے وہ آگے براق کا چلنا

(۱۲۲)

نثار جس پہ ہو تیزی وہ انتہا کا خرام
 رواگی وہ غضب کی کھنچی ہوئی وہ لجام
 وہ زمینِ اسپ پہ سنبھلے ہوئے رسولِ انام
 ہزار سال کا وہ طول وہ چچا ہوا گام
 قدم زمیں سے اٹھا عرش تک اثر پہنچا
 خیال و وہم ملک سے بھی تیز تر پہنچا

(۱۲۳)

نبی جو عرش سے آگے بڑھے بجاہ و شرف
 ملک نہ ساتھ گئے اور نہ انبیاءِ سلف
 کہیں براق جدا ہو گیا کہیں رفر
 بس ایک قلب میں تھی یادِ بادشاہِ نجف
 قدم نبی کے حدِ انتخاب تک آئے
 کماں کا فصل پکارا حجاب تک آئے

(۱۲۴)

خدا کے حکم سے جب اتنا اتصال ہوا
 نظر وہ آئی تجلی کہ جس کا مثل نہ تھا
 قریب پردہ قدرت کا دیکھ کر جلوہ
 کلیمِ شوق یہ موسیٰ کو دے رہا تھا صدا
 قوی وہ رہتے ہیں جودل ہیں آزمائے ہوئے
 ہیں ہم حجاب کی بجلی گلے لگائے ہوئے

(۱۲۵)

ضیائے پردہ قدرت کو جلوہ گر دیکھو
 گیا کہاں سے کہاں رتبہ بشر دیکھو
 ادھر یہ شرم بھری فکر تھی کدھر دیکھو
 ادھر یہ حکم سوئے پردہ اک نظر دیکھو
 ہے کچھ اگر تو حیا حسنِ لاجواب کی ہے
 ذرا سی آڑ مرے سامنے حجاب کی ہے

(۱۲۶)

خیال ادھر کہاں ٹھہرو کہاں مقام کرو
 ادھر یہ حکم مرے متصل قیام کرو
 ادھر یہ دھیان موڈ ہو احترام کرو
 ادھر یہ فکر کہ سمجھا ہوا کلام کرو
 نبی سنیں جسے ایسا مرا بیان رہے
 یہ جس زبان سے ماہر ہوں وہ زبان رہے

(۱۲۷)

ازل سے دل جو ہوا تھا نشاۃ الفت
تھا بہر دید، غنیمت زمانہ الفت
عجیب رنگ پر آیا ترانہ الفت
چھڑا زبان خدا سے فسانہ الفت
محبّتوں کے پیام و سلام ہونے لگے
زبانِ پاکِ علیؑ سے کلام ہونے لگے

(۱۲۸)

یہ کیا حجاب میں زوجِ بتولؑ ہیں روپوش
کہیں سنیں نہ نصیری ارے سنبھال یہ جوش
خدا کے دستِ کرم نے نکل کے کھودیئے ہوش
کہاں امامؑ کا ہاتھ اور کہاں رسولؑ کا دوش
بنی تو مہرِ مگر کس شرف کے ساتھ کہوں
علیؑ کا ہاتھ کہوں یا خدا کا ہاتھ کہوں

(۱۲۹)

جھکا لی آنکھ سوئے شانِ مرتضیٰ کر کے
بہک چلا تھا میں اظہارِ مدعا کر کے
یہ سر سمجھ گیا احمدؑ سے التجا کر کے
امامؑ کہنے لگا دل خدا خدا کر کے
اثرِ علیؑ کا ہر ایک اختیار میں دیکھا
جمالِ صورتِ پروردگار میں دیکھا

(۱۳۰)

پس رسولؑ دو عالم نہیں علیؑ کا نظیر
وزیرِ خاصِ پیمبرؑ جن و ملک کے امیرؑ
جہان میں پس احمدؑ ہوئے بشیر و نذیر
ہیں انکشافِ کمالاتِ ذاتِ ربِّ قدیر
نہ یہ کھلا سرِ کعبہ بڑھے حشم کس کے
یہ کس کے ہاتھ کی تھی مہر اور قدم کس کے

(۱۳۱)

وہ حسنِ رخ کہ فدا جس پہ حسن تک ہوتا
حسین تھے حضرت یوسفؑ اگر نمک ہوتا
بشر تو کیا ہے تصدقِ دل ملک ہوتا
نہ سجدے کعبہ میں کرتے علیؑ تو شک ہوتا
غلو بڑھا دیا رتبہ کی انتہا کہہ کے
نصیریوں نے علیؑ کو خدا خدا کہہ کے

(۱۳۲)

پکارتی ہے یہ کعبہ کی چار دیواری
ہوئی خلیلؑ کی محنت نہ رایگاں ساری
بری مکان سے ہے ذاتِ ایزد باری
برائے سجدہٗ حق ظاہری تھی تیاری
ہوا یہ رازِ شرف با خطِ جلی پیدا
خود اپنا گھر تھا جہاں پر ہوئے علیؑ پیدا

(۱۳۳)

دُرِ مرادِ یم بخشش و عطا سے ملا
یہ اوج اور یہ شرف ذاتِ کبریا سے ملا
بجا وہ لائے نبیؑ حکم جو خدا سے ملا
عجیب مرتبہ کعبہ میں مصطفیٰ سے ملا
علیؑ جنابِ پیمبرؑ کے دوشِ پاک پہ تھے
وہ پاؤںِ پشت پہ تھے جوں میں کی خاک پہ تھے

(۱۳۴)

صنم کو کعبہ میں حیدرؑ نے باہل پھینکا
لئے تھا سر پہ جو پشتارہٗ عمل پھینکا
بڑا جو سب سے بتوں میں تھا وہ ہبل پھینکا
صدایہ دے کے غضب میں جہیں کے بھل پھینکا
نبیؑ سے عذر تم اپنی جفا کے کرتے چلو
نکل رہے ہو تو سجدے خدا کے کر کے چلو

(۱۳۵)

بلند طاق سے حیدر نے جب ہبل کو کیا
بتوں میں بت یہ کئی من کا وزن رکھتا تھا
سمجھ میں کچھ نہیں آتا، یہ زور دستِ خدا
سبک رہے قدمِ مرتضیٰ، نہ بار پڑا
نہ ہاتھ کو تھی نہ زوجِ بتوں کو جنبش
ہوئی ذرا سی نہ پشتِ رسول کو جنبش

(۱۳۶)

ابھی نہ ختم ہوا تھا امام دیں کا کلام
سپہ سے جنگ کا لے کر چلے خدنگ پیام
بڑھا سمٹ کے بچے جنگِ شاہ، لشکرِ شام
پڑی حسام پہ مڑ کر نگاہِ غیظِ امام
ہٹا وہ ابرِ نیام اور وہ برقِ فام چلی
نظر کے زور سے کھینچتی ہوئی حسام چلی

(۱۳۷)

قریب دستِ شہ دیں جب آ گیا قبضہ
نگہ سپہ پہ پڑی ہاتھ تا بہ تیغ گیا
وغا کے شوق نے آخر کیا نیام جدا
نکل کے آئی جو باہر حسامِ صاعقہ زا
رخِ امام کو زمینِ بلند کو دیکھا
علیٰ کی تیغ نے مڑ کر سمند کو دیکھا

(۱۳۸)

کہا فرس سے کلام اب وہ یاد ہیں کہ نہیں
جہاں میں تم ہو کہ میں ہوں مکینِ چرخِ بریں
فلک چھڑا کے بلایا یہ کس نے تا بہ زمین
وہ کون ہے جسے لائے ہیں جبریل امیں
اُحد میں دوشِ نبی کے مکین تک آئی
بسانِ وجی الہی زمین تک آئی

(۱۳۹)

کھینچی ہوں آج میں برسوں کے بعد بہرِ وغا
بڑھو بڑھو تو بُرش کا ہو امتحانِ ذرا
تمہاری طرح سے میدان کی کھاتوں میں ہوا
بڑھے یہ چربِ زبانی پڑے جو خوں کا مزا
وغا سے رنگ پر آجائے داستاں تو کہوں
میں قتل کرلوں جو مرحب سا پہلوں تو کہوں

(۱۴۰)

یہ کہہ کے جا پڑی لشکر پہ تیغِ سرور دیں
علیٰ نے کالے تھے خیر میں مجھ سے فرق یوہیں
صفِ الٹی تیغ نے آپہنچی جب گلوں کے قریں
عمل کا بن گئے پشتارہ خوں بھرے ہوئے زیں
مکاں کا بوجھ پڑا ہے مکین کے اوپر
کہ زیں دبائے ہیں لاشے زمین کے اوپر

(۱۴۱)

پلٹ کے آئی تو پھر دی سمندِ شہ کو صدا
سنو تم اور میں فوجوں سے چھیڑ دوں قصہ
رہے مگر مری تقریر میں خیال اس کا
وہ فخر میں نہ کہوں گی جو تم نے چھیڑا تھا
سنو نہ اُن کو جو ہوں بختِ زشت سے پیدا
ہوئی میں خلق میں سیبِ بہشت سے پیدا

(۱۴۲)

مڑی یہ کہتے ہوئے سمتِ فوجِ ظلمِ حسام
فرس نے چھیڑی ہے جو داستاں کروں وہ تمام
ہوں ایک عہد سے میں اور اسپِ خوشِ انجام
کبھی قریبِ پیہر کبھی قریبِ امام
پندِ اسپ کی شوخی تھی دلبری میری
رہی ہر ایک جگہ پر براہِری میری

(۱۴۳)

ہوں میں حسین و ستمگار صورتِ رہوار
ہے مجھ میں ایک سا انداز ایک سی رفتار
مرا شریک نہیں اسپ صاعقہ کردار
کہاں سمندِ رسولِ ام کہاں تلوار
خدا کی بھیجی ہوئی نیک نام ہوں کہ نہیں
میں عہدہ ہائے نبی و امام ہوں کہ نہیں

(۱۴۴)

بچے نہ قدِ عریض اور نہ مجھ سے قدِ دراز
وہ میں نے کھول دیئے تھے دلیریوں کے جواز
دمِ جہاد رہا کی میں وقتِ راز و نیاز
کمر میں باندھ کے سکھلائی ہے علیؑ نے نماز
میں محو طاعتِ حق، عالمِ وجود میں تھی
کبھی رکوع میں تھی اور کبھی سجد میں تھی

(۱۴۵)

جدا نہ ہوتی تھی شیرِ الہ سے دم بھر
نبیؐ کی بزم میں تھی وقتِ خندق و خیبر
ملی ہے حق کی عبادت سے شب کو مہلت اگر
علیؑ جہاد میں راتوں کو سوئیں ہیں لے کر
سعادتیں ہیں کچھ اس طرح روئے نیکو میں
بسانِ فاطمہ زہراؑ رہی ہوں پہلو میں

(۱۴۶)

خدا نے سیبِ بہشتی سے کی ہر اک خلقت
جنابِ فاطمہؑ سی پر کہاں مری عزت
کہ ان سے مجھ سے زمیں آسمان کی ہے نسبت
میں حورِ خلد ہوں اور وہ خزاہی جنت
علیؑ کو وقتِ وفا ہاں مگر عزیز ہوں میں
رسولِ حق کی وہ بیٹی ہیں اور کنیز ہوں میں

(۱۴۷)

ہیں حق کے ہاتھ سے اُلجھے ہوئے مرے گیسو
کچپا ہے عکسِ رخِ پاک، ہوں جو آئینہ رو
کہاں دماغِ علیؑ اور کہاں مری خوشبو
سمجھ کے بھیجا تھا اللہ نے چنے پہلو
ملی تھی دستِ الہی کو آزمائی ہوئی
میں بوئے فاطمہ زہراؑ سے تھی بسائی ہوئی

(۱۴۸)

وہ دشتِ جنگ وہ مجمع وہ جنگِ خیر و را
فلک سے چھوٹ کے میری وہ ابتدائے وفا
جہادِ نفسِ نبیؐ کا وہ معرکہ آرا
وہ اہلِ ارض سے رسمِ جدید کا ہونا
کبھی نہ نکلے کبھی نکلے حوصلے دل کے
بشر کی خو وہ سمجھنا مرا گلے مل کے

(۱۴۹)

کہاں کہاں ہیں رگیں اور کہاں کہاں ہے لہو
سمجھ رہی تھی کلیجہ کا قلب کا پہلو
کہیں پہ سخت ملا سر کہیں پہ نرم گلو
کہیں رگوں میں ملی تارِ عنکبوت کی خو
میں قید کا ہے کو ہوتی جو باخبر ہوتی
رگوں میں رہتی اُلجھ کر نہ تیز اگر ہوتی

(۱۵۰)

خدا کے فضل سے جنگِ احد میں بعد ظفر
تمام کھل گیا مجھ پر طلسمِ جسمِ بشر
ہوں استخوان کہ رگیں، صدر ہو کہ قلب و جگر
ہر ایک چیز پہ پڑنے لگی وفا میں نظر
ضعیف ہو کہ قوی امتیاز کرنے لگی
میں صنعِ خالقِ عالم پہ ناز کرنے لگی

(۱۵۱)

وغا یوہیں مجھے درپیش روز ہوتی گئی
میں دامن اپنا نئے خون سے بھگوتی گئی
جہاں حسین بنی جاں وہاں پہ کھوتی گئی
لہو میں کشتی عمر رواں ڈبوتی گئی
نہ کالے کٹ سکے بلبل سے وقت مشکل کے
مزے فراق کے دیتی گئی گلے مل کے

(۱۵۲)

تھی جیسی ہاں کہ حسین ویسی دلبری آئی
تھی جتنی سخت دل اتنی ستگری آئی
صفائی دل سے گئی رگ میں خوں بھری آئی
علیٰ کے ہاتھ سے مس ہو کے صفری آئی
فلک کی راہ کو کاٹا سرزمین آئی
اشارا آنکھ کا پایا جہاں وہیں آئی

(۱۵۳)

وغائے روز نے کامل بنا دیا مجھ کو
نفس نے روح کی منزل بنا دیا مجھ کو
قضا نے درد بھرا دل بنا دیا مجھ کو
حسین دیکھ کے قاتل بنا دیا مجھ کو
مریض غم کی عیادت کا طرز آنے لگا
رگوں کا ٹوٹنا انگڑائیاں سکھانے لگا

(۱۵۴)

ہے اب جمال جہاں پر عمل بٹھائے ہوئے
لہو سے جنگ کے میداں ہیں رنگ لائے ہوئے
ترپ رہے ہیں ستر میں شکست پائے ہوئے
ملک سے بھی نہ رکے ہاتھ آزمائے ہوئے
زمین میں مری تیزی کے سدّ راہ ہوئے
جدا ہوئے نہ ہوئے پر مگر گواہ ہوئے

(۱۵۵)

بلند رتبہ، وڈی قدر و بردبار ہوں میں
جو باغِ زخم میں آتی ہے وہ بہار ہوں میں
جودل کی توڑ دے رگ رگ وہ انتظار ہوں میں
علیٰ کی طاقت و قوت کا اعتبار ہوں میں
بڑے بڑوں پہ وغا میں نگاہ کر کے چلی
جہاں چلی وہاں دنیا تباہ کر کے چلی

(۱۵۶)

جہاں میں ناز میں کرتی ہوں فتحِ خیبر پر
تھا ممتحن اسی جا پر خدا کا پیغمبر
تھی ہر حسام دمِ جنگ میان سے باہر
تھا اپنے زور پہ نازاں رسول کا لشکر
وغا میں گردنِ حارث مروڑ کر پھینکے
جو حکم پائیں تو قلعہ کو توڑ کر پھینکے

(۱۵۷)

وہ تجربے جو ہر اک جنگ دیکھے بھالے ہوئے
وہ افسری کی ہوس وہ پرے سنبھالے ہوئے
وہ طول چھوٹے قدوں سے جو قد نکالے ہوئے
وہ لمبی ڈاڑھیاں چہروں پہ رعب ڈالے ہوئے
کشش میں پڑ گئے گر ہاتھ میں پڑے قبضے
وہ چوڑی چوڑی حسا میں بڑے بڑے قبضے

(۱۵۸)

ہر ایک تھا دور کا بے سمند پائے ہوئے
لجامِ تھامے ہوئے ڈھاڑیاں بڑھائے ہوئے
دلیر جنگِ احد سے تھے آزمائے ہوئے
دو پارا سمجھے تھے حارث کو غیظ آئے ہوئے
کہے یہ کون کہ عہدہ اصول سے پایا
اسی نمود پہ رایت رسول سے پایا

(۱۵۹)

مقابلہ ہوا حارث سے این و آں بھولے
اسی سے لڑ پڑے مرحب سا پہلواں بھولے
قدیم، کفر نظر آیا، دیں جہاں بھولے
یہاں بھی کوہ احد کی نہ گھاٹیاں بھولے
قدِ طویل کی جرأت یوہیں پہاڑ رہی
لڑے بھڑے پلٹ آئے علم کی آڑ رہی

(۱۶۰)

نہ عذر ہوتا تو حارث کا سامنا کرتے
نہ زنگ تیغوں میں ہوتا تو کچھ جدا کرتے
حسامیں کاٹھیاں دا بے تھیں کیا وغا کرتے
نشانِ فوج کی تعظیم اور کیا کرتے
پئے وغا گئے یا منہ کو پھیر کر بھاگے
رہا رسولؐ کا رایت ہر اک طرح آگے

(۱۶۱)

امید خوں سے حساموں نے اپنے لب چاٹے
لہو بہا نہ کہیں میٹوں سے بن پاٹے
قضا نے مردہ دلوں پر کئی کفن باٹے
وغا کے تین دن اس بھاگ بھوگ میں کاٹے
عمیاں تھی چوب میں جنبش زبان کی صورت
علمِ نبیؐ کا سلامت تھا جان کی صورت

(۱۶۲)

جو کی رسولؐ سے وہ گفتگو مٹی تو مٹی
وغا میں جاں نہ گئی آرزو مٹی تو مٹی
دلاوری کی دمِ جنگ خو مٹی تو مٹی
علمِ نبیؐ کا بچا آبرو مٹی تو مٹی
عمیاں کبھی تو کچھ اپنی امنگ کر لیں گے
اگر ملا کوئی بزدل تو جنگ کر لیں گے

(۱۶۳)

یہ لب پہ تیسرے دن تھی رسولؐ حق کی صدا
نشانِ فوج کل اس مرد کو کروں گا عطا
جسے رسولؐ و خدا جانتے ہیں دوست اپنا
لڑے گا وہ کہ جو کرار خلق میں ہوگا
مقابل اس کا قضا کے مزے کو چکھتا ہے
وہ خود بھی دوست خدا و نبیؐ کو رکھتا ہے

(۱۶۴)

پئے جہاد علیؑ کس طرح نبیؐ کو ملیں
ہر ایک سمت نہ کیوں فرط شوق میں ڈھونڈیں
کہاں وہ ہاتھ جو میداں لہو سے سرخ کریں
تھیں لال خوں کی طرح سے دکھی ہوئی آنکھیں
بڑی امید میں سمتِ رسولؐ لایا گیا
خدا کو جس سے محبت تھی وہ بلایا گیا

(۱۶۵)

ہر ایک قلب تھا کڑا رسن کے رات سے تنگ
یہ شوق تھا کہ حدیثِ نبیؐ میں کیوں ہے درنگ
تھی جن دلوں میں دو بارا نہاں علم کی امنگ
وہ کہہ رہے تھے کہ حیدر نہیں ہیں قابلِ جنگ
صحیح لب سے وہ کر دیں رسولؐ نے آنکھیں
وہ ہنس کے کھول دیں زوچ بتولؑ نے آنکھیں

(۱۶۶)

یہ کہہ کے وہ علمِ فوج حق نبیؐ نے دیا
وہ سامنے درِ قلعہ ہے تم ہو اور ہے وغا
بچے نہ حارث و مرحب نہ رن میں فوجِ جفا
بغیر فتح نہ تم منہ مری طرف کرنا
ملیں جو لوہے کی چیزیں مڑوڑ کر پھینکو
نہ کھل سکے درِ خیبر تو توڑ کر پھینکو

(۱۶۷)

نبیؐ سے کہہ کے، بہت خوب! آئے تاسر زیں
فرس چلا تھا کہ فکریں یہ قلب تک آئیں
حدیں و غا کی نہ حق کے رسولؐ سے پوچھیں
تھا سمتِ قلعہ رخ اور یہ پکارا ضیغمؑ دیں
ہر اک نفس کی اجل ہم نشیں رہے نہ رہے
نجات دوں کہ نہ دوں فوج کیں رہے نہ رہے

(۱۶۸)

ہوا یہ حکم کہ جب تک نہ لائیں سب اسلام
دمِ جہاد کسی فرق سے ہٹے نہ حسام
سنے امام نے جب یہ رسولؐ حق کے کلام
سنجھل کے بیٹھ گئے زیں پہ لی فرس کی لجام
دیارِ کفر پہ چھائی ہوئی تباہی ہے
یہ عمرو و بکر نہیں ضیغمؑ الہی ہے

(۱۶۹)

یہ دیں کا ذکر ہے حالِ کنشت و دیر نہیں
علیؑ کا ہاتھ ہے میری و غا ہے سیر نہیں
اب آج حارث و مرحب کی رن میں خیر نہیں
جہادِ نفسِ پیبرؐ ہے کوئی غیر نہیں
کھنچی لجامِ فرس وارثِ خلیلؑ چلا
نبیؐ کے حکم سے اُستادِ جبرئیلؑ چلا

(۱۷۰)

مقابل آ گیا شدیدِ خوش سیر کہ نہیں
میں کھنچ کے آگئی کاٹھی سے تا بہ سر کہ نہیں
دلیریوں سے ہیں دل اب بھی باخبر کہ نہیں
ہوا بھی زورِ ید اللہ کا اثر کہ نہیں
علیؑ نے آتے ہی حارث سا پہلو اوارا
نہ جو ڈرا بُز کوہی سے وہ جواں مارا

(۱۷۱)

سنو نہ تذکرہٴ جنگِ حارثِ بے دین
حضور آ گئے مرحب سے پہلو اوارا کے قریں
ملک نے زور سے پُر زور انگلیاں پکڑیں
اسے بھی جانے دو غدار تھا جری کہ نہیں
وہ ہاتھ جو مجھے سر سے زمیں پہ لے آیا
وہ زور جو پر روح الامیں پہ لے آیا

(۱۷۲)

زیں کی بھی چھپی باتوں کا ہو گمان نہ گر
تو سامنے درِ قلعہ ہے کر لو مڑ کے نظر
وہ بابِ قلعہ کریں بند جس کو چہل بشر
ہلا رہے ہیں وہ در، بائیں ہاتھ سے حیدرؑ
علیؑ نے رنگِ رخ فوج کو نچوڑ لیا
وہ در حضور نے دو انگلیوں سے توڑ لیا

(۱۷۳)

کہو تو تھا کوئی ایسا شجاعِ عصر بھلا
فلک پہ پھینک کے در، فوجِ کفر کی پسپا
زباں نے کلمہٴ توحید جب تک نہ کہا
اماں کا گوشہ، دمِ جنگ اک کو بھی نہ ملا
جو تھے دلیر و جری اُن کوخوں میں بھر کے پھرے
پھرے بھی گر تو مسلمان ہر اک کو کر کے پھرے

(۱۷۴)

وہی فرس ہے، وہی میں، وہی و غا کی امنگ
وہاں علیؑ تھے، یہاں تم ہو زورِ شاہ سے تنگ
عراق کا ہے کہ خیبر کا دشت ہے دمِ جنگ
نگاہِ غور سے دیکھو ہے کس لہو کا یہ رنگ
یہ دن کا واقعہ ہے یا لڑائی ہے شب کی
تمہارے خون کی بو ہے کہ خونِ مرحب کی

(۱۷۵)

میں ذکرِ جنگِ عدیم المثال کرتی ہوں
برش کا حدِ یقین تک خیال کرتی ہوں
نظر کے سامنے دشتِ قتال کرتی ہوں
سنو تو ذکرِ گزشتہ کو حال کرتی ہوں

پلٹ کے دیکھ لو خیبر کا بن یہ سارا ہے
وہ میتیں نظر آتی ہیں، جن کو مارا ہے

(۱۷۶)

نہ کیوں زباں زدِ عالم ہو ایک ایک وغا
عیاں زمانے میں ہیں غزوہ ہائے شیرِ خدا
احد کا خیبر و صفیں کا کھینچ دوں نقشہ
اگر میں چاہوں تو تصویرِ جنگ ہو گویا
نہ جس نبرد سے ہو تم کو آگہی دیکھو
نبیؐ کے لال سے زورِ یدِ الٰہی دیکھو

(۱۷۷)

بڑھو بڑھو تو تمہیں انقلابِ جنگ دکھاؤں
میں تن کا فیصلہ کرتی ہوئی زمیں تک آؤں
قریبِ موت تڑپتا ہوا جو نزع میں پاؤں
تمہارا جی نہ بھرے، جھک کے یوں گلے سے لگاؤں
نہ تم میں دم رہے اس آن بان سے نکلوں
لہو میں ڈوب کے قاتل کی شان سے نکلوں

(۱۷۸)

میں اپنا حسن، عدیم المثال کر کے چلوں
تمہارے خون سے دامن کو لال کر کے چلوں
میں کس طرح سے تمہیں پائمال کر کے چلوں
تڑپتا چھوڑ چلوں یا حلال کر کے چلوں
نہ نکلیں نزع میں بھی دل سے دلو لے دل کے
کوئی ہنسے کوئی رویا کرے گلے مل کے

(۱۷۹)

ادھر فسانہ تیغِ علیؑ تھا طولانی
ادھر بلند سروں سے تھا ہاتھ پر پانی
وغا میں کشتیِ عمرِ رواں تھی طوفانی
ملی ہوئی تھی فلک سے لہو کی طغیانی
زمیں کا ذکر ہے کیا تا بہ آسمانِ خوں تھا
گئی نگاہ جہاں تک وہاں وہاں خوں تھا

(۱۸۰)

غضب میں لڑ جو رہے تھے سپہ سے سروِ دیں
ہر ایک ضرب میں شق ہو رہا تھا قلبِ زمیں
اسیرِ دامِ اجل تھا ہجومِ لشکرِ کیں
کسی کو رن میں نہ ملتی تھی جائے امن کہیں
وہ کون تھا کہ جو اپنے لہو میں غرق نہ تھا
ذرا بھی صف سے ہٹ آیا تو تن پہ فرق نہ تھا

(۱۸۱)

کچھ اس طرح سے تلامذہ تھا درمیانِ سپاہ
پدر، پسر سے نہ بیٹا تھا باپ سے آگاہ
ہجوم میں نظر آتی تھی بھاگنے کی نہ راہ
کیا تھا کشمکشِ فوج نے کچھ ایسا تباہ
کبھی بڑھ آئے پیادہ، سوار کے آگے
تھا اک کبھی، کبھی صف، ذوالفقار کے آگے

(۱۸۲)

بڑھا ہوا ہے جو غیظِ امامِ عرشِ حشم
سپاہِ ظلم و ستم ہٹ چلی ہے پچھلے قدم
کبھی ہیں سب متفرق کبھی ہر ایک بہم
الگ ہوئے کبھی اعضا جدا ہوا کبھی دم
ضیائیں تیغوں کی روزِ سیاہ کو روئیں
لہو بھری ہوئی آنکھیں نگاہ کو روئیں

(۱۸۳)

کبھی ادھر، کبھی حملہ ہے شاہِ دیں کا ادھر
کبھی جناح کبھی قلب فوج پر ہے نظر
کبھی سوار ہوا قتل اور کبھی افسر
بہادروں کے کبھی جسم سے جدا ہوئے سر
چلے ہیں فتح و ظفر کو لئے ہوئے شبیر
ہیں گل سپاہ پہ قبضہ کئے ہوئے شبیر

(۱۸۴)

وہ اختیار امام اور وہ فوج شر کی بہیر
وہ عزم قلب میں کوفہ کا اور وہ جم غفیر
ہر اک کو جانچے ہوئے وہ حسامِ برقِ نظیر
وہ پچھلے پاؤں سرکتی ہوئی سپاہ کثیر
سروں پہ چل رہے ہیں ہاتھ آزمائے ہوئے
تمام فوج کو اک تیغ ہے دبائے ہوئے

(ثانی نامہ) (۱۸۵)

جب اس طرح سے لڑے رن میں شاہِ جن و بشر
امامِ عصر کے قابو میں آ گیا لشکر
جہاں کا رنگ بدلتی ہے تیغِ صاعقہ ور
ظفرِ نصیب کوئی میکدے میں ہے ساغر
وہ بادہ جو اثرِ انقلاب دے ساقی
جسے حسینؑ پیئیں وہ شراب دے ساقی

(۱۸۶)

وہ مئے جو خاص ہے محبوب ذوالمنن کے لئے
وہ مئے بنی ہے جو زہراً و بت شکن کے لئے
وہ خاص مئے جو ہے شبیر اور حسنؑ کے لئے
وہ مئے کھنچی ہے جو انوارِ پنجتن کے لئے
نہیں ہے کوئی خدائے جلیل سے پہلے
وہ مئے جو خلق ہوئی جبریل سے پہلے

(۱۸۷)

رہی حسینؑ پہ محبوب ذوالمنن کی شریک
جنابِ فاطمہ زہراً و بت شکن کی شریک
ہر ایک عزّ و شرف میں رہی حسنؑ کی شریک
بسانِ بادِ بہاری تھی ہر چمن کی شریک
تھا ان سبھوں میں شہِ مشرقین کا حصہ
مگر کسی نے نہ پایا حسینؑ کا حصہ

(۱۸۸)

وہ مئے جو عالم ارواح میں کسی نے نہ پی
وہ مئے دے جس کو ملک نے نہ پی ولی نے نہ پی
عطا خدا نے تو کی پر کسی وصی نے نہ پی
یہ انتہا ہے کہ اللہ کے نبیؐ نے نہ پی
سکوتِ پا کے شہِ مشرقین نے مانگی
وہ مئے جو حق سے ازل میں حسینؑ نے مانگی

(۱۸۹)

جہاں پیئے جسے وہ ہو نہ صبح و شام کی مئے
نگاہیں ڈھونڈھتی ہیں خاص اہتمام کی مئے
غرض ہر اک سے نہیں ہو بس اک کے نام کی مئے
پیئیں جسے ملک و جن نہیں وہ کام کی مئے
غدير خم سے بھی چوکی شراب دے ساقی
پئے امام انوکی شراب دے ساقی

(۱۹۰)

تری عطا پہ ہے نازاں ہر اک کی عقل سلیم
بتا رہا ہے یہ ہم میکشوں کو لطفِ عیم
جو خود ہو مالک و مختارِ کوثر و تسنیم
ہو آپ اپنے لئے خواستگار اس سے کریم
مراد پر ہیں ہوائیں سفینے والوں کی
یہ مئے بہشت میں ہے ہم سے پینے والوں کی

(۱۹۱)

تپش سے مہر کی ساغر ہیں جوش کھائے ہوئے
ہیں دستِ ساتی کوثر پہ رنگ لائے ہوئے
وہ پی چکے ہیں جو رتبے ہیں حق سے پائے ہوئے
غدير خم کے پیالے ہیں آزمائے ہوئے
تھی یہ شراب جواں کے لئے مسن کے لئے
کھنچی ابوذرؓ و سلمانؓ و انس و جن کے لئے

(۱۹۲)

یہ فیض و لطف نہ تا مدت دراز کھلا
پئے گا کون نہ سرمستِ کبر و ناز کھلا
نہ مئے کھلی نہ کوئی حالِ امتیاز کھلا
جھلک رسولؐ نے دیکھی مگر نہ راز کھلا
چھپا ہوا یدِ قدرت میں آفتاب رہا
اسی شراب پہ معراج کا حجاب رہا

(۱۹۳)

وہ مئے جو علم خدا میں ہے طاہر و اطہر
ازل کے دن سے نہیں جو نصیبِ پیغمبرؐ
وہ مئے فراق میں جس کے تڑپتا ہے کوثر
وہ مئے نظر نہیں آتی جو خلد کے اندر
وہ مئے ہے نفع سے بدلا ہوا ضرر جس کا
وہ مئے حجاب سے نکلا نہیں اثر جس کا

(۱۹۴)

وہ مئے جمال، نظر میں ہے جلوہ گر جس کا
وہ مئے ازل سے خدا خود ہے راہبر جس کا
وہ مئے حجاب میں خوں کے ہوا سفر جس کا
وہ مئے امامؑ کی رگ رگ میں ہے اثر جس کا
نبیؐ سے صلب جناب امیرؑ سے پائی
وہ مئے جو فاطمہ زہراؑ کے شیر سے پائی

(۱۹۵)

خدا کے لطف و کرم صبح و شام کس کو ملے
دیارِ عشق کے یہ اہتمام کس کو ملے
جو کربلا میں ملیں ہیں یہ نام کس کو ملے
لباسِ تن کی طرح سرخ جام کس کو ملے
پیہیروں نے نہ زوجِ بتولؑ نے پائی
یہ مئے وہ ہے جو نہ اپنے رسولؐ نے پائی

(۱۹۶)

وفا سے منتشر اک اک پیادہ ہے کہ نہیں
حسینؑ کا تن تنہا ارادہ ہے کہ نہیں
خندگوں میں جو پیا ہے وہ بادہ ہے کہ نہیں
یہ عزم بت شکنی سے زیادہ ہے کہ نہیں
سناؤں ذکرِ تلاطمِ سفینے والوں کو
پکارتا ہوں میں کعبہ کے پینے والوں کو

(۱۹۷)

مصیبتوں سے زمانہ ہے تنگ اے ساتی
ملے وہ جام کوئی وقتِ جنگ اے ساتی
چمن میں جس کے بہتر ہوں رنگ اے ساتی
ہے بڑھ کے شاہ سے کس کی امنگ اے ساتی
سمجھ کے کچھ شہِ گردوں مقامؑ نے چھوڑا
وہ جام جو حسنِ سبز فامؑ نے چھوڑا

(۱۹۸)

وہ مئے جو آنکھ میں ضو بن کے ہے سمائی ہوئی
وہ مئے کہ جو یدِ قدرت کی ہے بنائی ہوئی
وہ مئے جو عرش سے تا کربلا ہے آئی ہوئی
وہ مئے جو ذاتِ خدا کی ہے آزمائی ہوئی
وہ مئے جو حسرتِ جان بتولؑ ہو کے ملی
وہ مئے جو حافظِ دینِ رسولؐ ہو کے ملی

(۱۹۹)

وہ مئے جو پی نہ سکیں ساکنِ فلک ساقی
وہ مئے ہو جس کی سوا مہر سے چمک ساقی
وہ مئے ہو جس میں کسی قسم کا نہ شک ساقی
وہ مئے جو دے گلِ اسلام کی مہک ساقی
ہو درد سارے زمانے کا اک مسیحا ہو
وہ جامِ صورتِ وحدانیت جو یکتا ہو

(۲۰۰)

شکست دے چکے فوجوں کو شاہِ عرش وقار
غروبِ مہر کے کرب و بلا میں ہیں آثار
قریبِ عصر کا ہنگام ہے دمِ پیکار
وہ مئے پہنچ گئی رندانِ بادب ہشیار
جہاں میں سہل نہیں ایسے جام کا پینا
یہ میکشوں کا نہیں، ہے امام کا پینا

(۲۰۱)

نیا یہ سائے میں تیغوں کے راز ہے ساقی
خدا کے سجدہ کا کچھ امتیاز ہے ساقی
خمیدہ کون برائے نماز ہے ساقی
عجیب مئے میں یہ راز و نیاز ہے ساقی
نظر میں شاہ کے شمشیر کی چمک پہنچی
خدا کے سجدہ آخر میں حلق تک پہنچی

(۲۰۲)

وہ مئے جو سیکڑوں سینے پہ زخم کھا کے ملی
وہ مئے جو دل پہ زمانے کے غم اٹھا کے ملی
صدائے وعدہ وفائی فلک پہ پا کے ملی
وہ مئے جو بخششِ امت کی وجی لا کے ملی
دمِ وفات ملی وقتِ انقلاب ملی
خدا کی دی ہوئی بے واسطہ شراب ملی

(۲۰۳)

ازل سے سبطِ نبیؐ پر تھا سارا دار و مدار
ہوئی تباہ پسِ قتل، عترتِ اطہار
نہ مٹنے دی چمنِ دینِ مصطفیٰ کی بہار
کہا تھا جو وہ کیا اف رے صادق الاقرار
جگر پر اپنے عزیزوں کا داغ لے کے گئے
حضور، امتِ جد کو نجات دے کے گئے

(۲۰۴)

ہے انقلاب میں ساقی دیارِ کرب و بلا
وہ تشنگی وہ تپش اور وہ آخری حملہ
وہ ڈر کے پچھلے قدم کل سپاہ کا ہٹنا
وہ انتشارِ دلیرانِ معرکہ آرا
کہ جیسا لے کے گئے ویسا گھیر کر لائے
حضور، فوج کو کوفہ سے پھیر کر لائے

(۲۰۵)

غروبِ یترِ اعظم جو تھا فلک پہ قرین
بھگا کے لائے بہت جلد رن میں لشکر کین
شہید ہوں گے جہاں شاہ آگئی وہ زمیں
پکارے روک کے تلوارِ امامِ عرش نشین
جو انتہائے عطش تھی وہ سہ چکا شبیر
بس اب جہاد کے قابل نہیں رہا شبیر

(۲۰۶)

ادھر حضور نے روکی حسامِ صاعقہ دم
ادھر جفا پہ ہوئی مستعد سپاہِ ستم
چلے خدنگ ہزاروں سوئے امامِ امم
لہو میں غرق ہوئے شاہ سر سے تا بہ قدم
تھے تیرتن میں یہاں تک کہ غیر حال ہوا
امامِ عصر کو پہچاننا محال ہوا

(۲۰۷)

خداگوں ہی پہ نہ تھا رن میں انحصارِ جفا
لگا رہے تھے ہر اک وارِ شہ پہ اہلِ دغا
سنان و گرزِ دو دیتی و تیغِ صاعقہ زَا
ہر ایک ضرب سے ہوتا تھا شاہ پر حملہ
ستم رہے نہ کوئی یہ دلوں کی خواہش تھی
تنِ حسینؑ تھا اور پتھروں کی بارش تھی

(۲۰۸)

ادھر تو تھا ستم و ظلم و جور کا آغاز
ادھر کسی کی یہ آتی تھی خیمہ سے آواز
کچھ ایسی تم سے جہاں کی ہوا ہوئی ناساز
اب اتنے ہو گئے دستِ جفا و ظلم دراز
ستم یہ اہلِ ستم اختیار کرتے ہیں
دمِ نبرد تمہیں سنگسار کرتے ہیں

(۲۰۹)

کہاں ہیں مسلم و وہب و حبیبِ نیک سیر
گئے زہیر و عمیر و ہلال و جون کدھر
کہاں ہیں قاسم و عباس و جعفر و اکبر
گھرے ہوئے ہیں امام اور نہیں کسی کو خبر
مجھے برے نظر آتے ہیں رنگِ مقتل کے
قریب ہے کہ چھری خاتمہ کرے چل کے

(۲۱۰)

ہے حملہ و رِ شہِ مظلوم پر سپاہِ کثیر
لہو کے بہنے سے ہے حالِ پیاس میں تغیر
ارے میں لٹ گئی گردن پہ اور پڑ گیا تیر
قریب ہے جو گریں زینِ اسپ سے شبیر
شہادتِ دل و جان بتول ہوتی ہے
تباہ کشتیِ آلِ رسول ہوتی ہے

(۲۱۱)

کمر پہ پڑ گیا وہ رن میں خنجرِ براں
ہوا وہ تیرِ دلِ زخمدار میں پنہاں
وہ سر پہ تیغِ پڑی اور وہ جگر پہ سناں
ہوئی وہ دستِ ستمگار میں غضب کی تکان
قضا کی زینتِ آغوش ہو گئے شبیر
وہ گر کے خاک پہ بے ہوش ہو گئے شبیر

(۲۱۲)

ادھر تو تھی یہ صدا اُس طرف گرے جو امام
پکاری فوج، مبارک ہو فتحِ کشورِ شام
زمین گرم پہ شبیر کو نہیں آرام
کہاں ہے شمر کرے قصہٴ حسینؑ تمام
نہ سوزِ تشنگی شاہِ تشنہ کام بجھے
چراغِ خانہٴ زہرا قریبِ شام بجھے

(۲۱۳)

برائے ذبح جو خنجر بکف چلا بے دیں
نکل پڑیں کھلے سر رن میں زینبِ غمگین
صدا یہ دیتی ہوئیں سوئے قتل گاہ چلیں
زمین گرم پہ زندہ حسینؑ ہیں کہ نہیں
پچے تلاش چلے ہیں فلک ستائے ہوئے
نبیؐ کا لال کہاں پر ہے زخم کھائے ہوئے

(۲۱۴)

امام عصر کا زخموں سے حال ابتر ہے
زمین پہ گر کے بھی راحت نہیں میسر ہے
یہ سن رہی ہوں کہ مائلِ ستم پہ لشکر ہے
کہ بوسہ گاہِ پیہر ہے اور خنجر ہے
ہیں انقلابِ زمانے کے رنگ لائے ہوئے
ہے شمر سینہ زنجی شہ دہائے ہوئے

اگست ۲۰۱۷ء

موصل کی آزادی داعش کی شکست کی سمت اہم قدم : حجۃ الاسلام سید حسن نصر اللہ

نیوز ایجنسی اپنا کی رپورٹ کے مطابق، سیکریٹری جنرل حزب اللہ لبنان و قائد تحریک اسلامی مزاحمت سید حسن نصر اللہ نے موصل کی آزادی کے سلسلے میں خطاب کرتے ہوئے موصل کی آزادی کو ایک عظیم کامیابی قرار دیا اور داعش کا مقابلہ کرنے کے وجوب کے سلسلے میں عراق کی مرجعیت کے فتوے کو اس عظیم کامیابی کا آغاز قرار دیا۔

انھوں نے کہا:

☆ موصل کی کامیابی میں مرجعیت کا اہم کردار ہے۔ عراق میں مرجعیت کا فتویٰ عظیم کامیابیوں میں ایک بہت اہم موڑ تھا کیونکہ اس فتوے نے لوگوں کو حیرت اور سرگردانی سے نجات دلائی، اس فتوے نے دشمن کو صحیح طور پر نشانہ بنایا اور عراقی عوام کی ذمہ داروں کا بخوبی تعین کیا، خطرے کا مقابلہ کرنے کی نوعیت کو متعین کیا اور ملت عراق کو نامیدی سے چھٹکارا دلایا۔
داعش بغداد تک پہنچ چکی تھی:

☆ ہم سب کو یاد ہے کہ داعش بغداد تک پہنچ چکی تھی اور بہت تیز رفتاری سے پیش قدمی کر رہی تھی یہاں تک کہ عراق میں سب کو فکر مند، پریشان اور ناامید کر دیا تھا لیکن آیت اللہ العظمیٰ سید علی حسینی سیستانی نے جہاد کا فرمان دیا اور فرمایا کہ جو لوگ داعش کے ساتھ جنگ میں مارے جائیں وہ شہید ہیں اس طرح انھوں نے داعش کے مقابلے میں اہم قدم اٹھایا۔

☆ ابتداء میں بعض لوگوں کو غلط فہمی ہوئی تھی کہ گویا داعش واقعی اسلامی حکومت ہے لیکن دینی مرجعیت نے دشمن کا اصل چہرہ بخوبی متعارف کرایا اور جنگ کی سمت متعین کر لی۔ مرجعیت کے فتویٰ کی برکت سے سیکڑوں نوجوان مجاہدین کی صفوں میں شامل ہوئے۔ اور الحشد الشعبی داعش کے مقابلے میں موثر ترین رضا کار فورس کے طور پر ابھر کر سامنے آئی۔ خدا کا شکر ہے کہ آیت اللہ العظمیٰ سید علی حسینی سیستانی نے بہترین دورانہدیشی سے اس مہم کو سر کر لیا ہے۔

قائد ملت مولانا کلب جواد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے اعزازی پروفیسر منتخب

مجلس علماء ہند کے جنرل سیکریٹری، نور ہدایت فاؤنڈیشن لکھنؤ کے بانی اور امام جمعہ لکھنؤ قائد ملت مولانا سید کلب جواد نقوی کو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں شعبہ دینیات کے لئے اعزازی پروفیسر منتخب کیا گیا ہے۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے رجسٹرار ڈاکٹر جاوید اختر نے یونیورسٹی کی طرف سے مولانا کلب جواد نقوی کو تحریری طور پر پروفیسر منتخب کئے جانے کی اطلاع دی۔ قائد ملت یکم اگست ۲۰۱۷ء سے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں طلباء کے درمیان لیکچر دیں گے۔ قائد ملت کو یہ اعزاز ملنے پر علمی حلقے میں خوشی کا ماحول ہے۔ لوگ قائد ملت کو مبارک باد پیش کر رہے ہیں۔ علماء اور دانشوروں نے مسلم یونیورسٹی کے اس فیصلے کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ ایک خوش آئند قدم ہے۔ ہندوستان کی مختلف تنظیموں، اداروں اور انجمنوں کی جانب سے مسلسل خطوط اور فون کے ذریعہ مبارک باد کا سلسلہ جاری ہے۔



جنت البقیع کی تعمیر نو کے لئے نماز جمعہ کے بعد آصفی مسجد میں دستخطی مہم چلائی گئی

جنت البقیع میں مزارات مقدسہ کی تعمیر نو کے لئے مجلس علمائے ہند کی جانب سے ملک گیر دستخطی مہم کا آغاز ۶ جولائی کو درگاہ حضرت عباسؑ لکھنؤ سے ہوا۔ تقریباً پانچ ہزار لوگوں نے اس دستخطی مہم میں حصہ لیکر سعودی حکومت کے ظلم کے خلاف احتجاج کیا۔ اس کے بعد ۷ جولائی کو نماز جمعہ کے بعد آصفی مسجد میں دستخطی مہم کا سلسلہ جاری ہوا۔ اس مہم میں آصفی مسجد کے ہزاروں نمازیوں نے حصہ لیا۔ امام جمعہ قائد ملت مولانا سید کلب جواد نقوی کی قیادت میں علماء کرام اور عوام نے دستخطی مہم میں شریک ہو کر اقوام متحدہ سے سعودی عرب میں جنت البقیع کی تعمیر نو کا مطالبہ کیا۔ مولانا سید کلب جواد نقوی نے کہا کہ اس دستخطی مہم میں زیادہ سے زیادہ افراد حصہ لیں اور جنت البقیع کی تعمیر نو کے لئے اقوام متحدہ اور ہندوستانی حکومت سے پر زور مطالبہ کریں۔ مولانا نے کہا کہ تمام مسلمانوں کو اس مہم میں شرکت کرنا چاہئے کیونکہ جنت البقیع میں دختر رسولؐ جناب فاطمہ زہراؑ کے علاوہ ائمہ معصومینؑ، سیکڑوں صحابہ کرام اور ازواج پیغمبر کی قبریں موجود ہیں جنہیں سعودی جاہلوں نے آج سے ۹۱ سال قبل منہدم کر دیا تھا۔ آج تمام مسلمانوں کا شرعی فریضہ ہے کہ سعودی جارحیت اور دہشت گردی کے خلاف عالمی سطح پر احتجاج کرتے ہوئے جنت البقیع کی تعمیر نو کا مطالبہ کریں۔ یہ دستخطی مہم ماہ شوال کے آخر تک جاری رہی اب ان تمام دستخطوں کو میمورنڈم کے ساتھ اقوام متحدہ کے جنرل سکرٹری اور وزیراعظم کے دفتر کو ارسال کیا جائے گا۔

(۲۲۵)

طویل ہو گیا ذخیرِ بیانِ قصہ غم
تمام کر دو یہیں پر فسانہ ماتم
نہیں ہیں شاہ کے غم سے حواس و ہوش بہم
یہی ہے وقتِ دعا کر دے فرقِ عجز کو خم
بسر ہو مدحِ شہِ مشرقینؑ میں یا رب
تمام عمر ہو ذکرِ حسینؑ میں یا رب

الحمد لله تمام شداہین مرثیہ نو تصنیف
ذخیرتاریخ یازدہم ماہ رجب المرجب روز یکشنبہ
۱۴۳۵ھ از خط سید فیروز ندحسین عرف صاحب
ذخیرالملقب بہ دعبل بند تاریخ ختم تحریر مرثیہ
ہذا بست و ششم ماہ رجب المرجب روز دوشنبہ وقت
و ساعت پنج از روز ۱۴۳۵ھ



(بقیہ صفحہ نمبر ۵۶ کا -----)

(۲۲۳)

بلا کے شام کی فوجوں نے خوب کی عزت
لباسِ تن ہے نہ ممکن، نہ دشت میں تربت
مخالف اتنی ہوئی اہلبیتؑ سے امت
یہ بعدِ ذبح ہے سبطِ رسولؐ کی حالت
کہوں میں کس سے تمنا وطن نصیب نہیں
مرے غریب کو مر کر کفن نصیب نہیں

(۲۲۴)

سپہ نے تازہ دیئے یہ غم و محن بھائی
ہے آگ خیموں میں، نالاں ہیں بے وطن بھائی
چلی ہے چھوٹ کے میت سے بھی بہن بھائی
اکیلے آپ ہیں ظلمت ہے اور بن بھائی
جہاں تک اہل مصیبت کا امتحان رہے
شہید ظلم کا خالق نگاہبان رہے